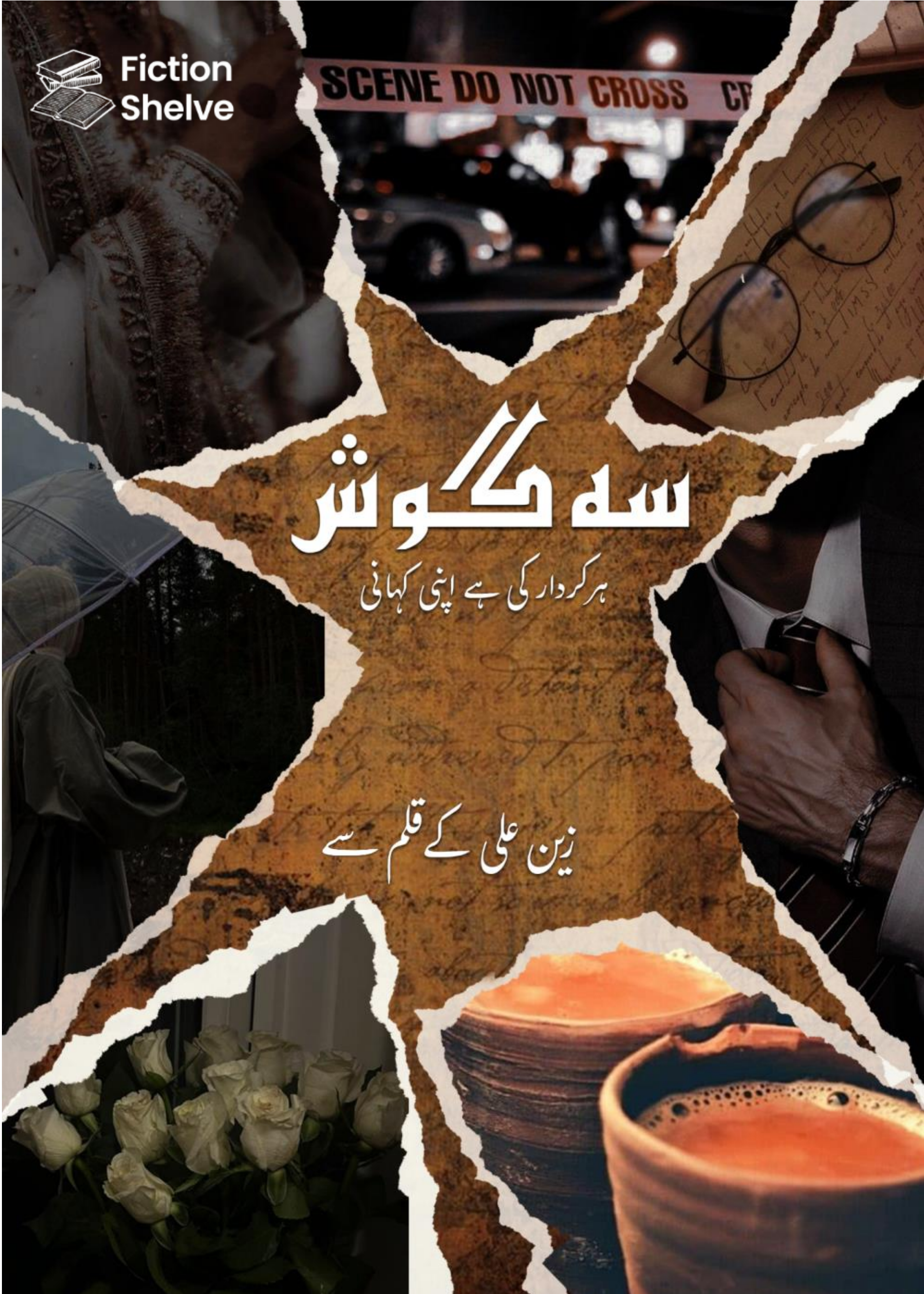
Fiction
Shelve
SCENE DO NOT CROSS
سہ گوش
ہر کردار کی ہے اپنی کہانی
زین علی کے قلم سے

سہ گوش از زین علی

قسط نمبر 04:

کہانی بہت پرانی ہے

کچھ یاد ہے، کچھ یاد نہیں

"بہت بہت پہلے کی بات ہے ایک شہزادی کو بادشاہ کے ایک غلام سے محبت ہو گئی۔ بادشاہ کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس نے اس غلام کو قید کروا دیا اور عمر قید کی سزا سنا دی۔ شہزادی کو جب بادشاہ کے اس عمل کا پتا چلتا ہے تو وہ خودکشی کر لیتی ہے۔ بادشاہ کا دل ٹوٹ گیا، بادشاہ نیم پاگل ہو گیا۔ بادشاہ بہت بیمار ہو گیا اور وہ بہت سال بیماری کی حالت میں رہنے کے بعد مر گیا۔ کسی دوسرے ملک کے بادشاہ نے اس ملک پہ قبضہ کر لیا اور سارے قیدیوں کو جشن کی خاطر آزاد کر دیا۔ ان قیدیوں میں شہزادی کا محبوب بھی تھا۔ چونکہ وہ بادشاہ کا غلام تھا اس لئے وہ بادشاہ کے

چھپائے ہوئے خزانوں کے بارے میں بھی جانتا تھا۔اس نے کسی طرح نئے بادشاہ کو خبر پہنچائی اور سارا خزانہ پکڑوا دیا۔اس نے شاید بدلہ لیا تھا۔اس نئے بادشاہ نے اس غلام کو اپنا خاص غلام بنا۔۔۔"

"یہ کہانی مجھے کیوں سنا رہے ہو؟"میرب نے آیان کو ٹوکا۔

آیان کی بات ادھوری رہ گئی تھی۔

یہ منگنی کے ایک دن بعد کی بات ہے۔

میرب آیان کو کافی شاپ پہ ملنے آئی تھی۔دونوں آمنے سامنے بیٹھے تھے۔

میرب نے سفید فراک پہن رکھی تھی۔گلے میں سرخ سفید چھوٹا سا دوپٹہ تھا۔

"بس ویسے ہی۔۔۔کہیں سے سنی تھی سوچا تمہیں بھی سنا دی جائے۔"وہ پھیکا سا مسکرایا۔"کافی کیسی ہے۔۔۔اچھی ہے رائٹ۔"

آیان ہمیشہ کی طرح پورے دل سے تیار ہوا تھا۔وہ سیاہ سوٹ میں ملبوس آفس کیلئے تیار تھا۔

"ہاں۔۔۔اچھی ہے۔"اس نے کپ لبوں سے لگایا۔(بکواس کافی)

میرب کا دل اب نرم ہو رہا تھا۔ وہ اب دل رکھنے کیلئے جھوٹی تعریف کر دیتی تھی۔

کبھی کبھی یہ جھوٹی تعریفیں ضروری ہوتی ہیں رشتوں کو بچانے کیلئے۔

وہ کچھ دیر بیٹھنے کے بعد گھر آ گئی اور آیان کو بھی آفس کی ایک اہم میٹنگ میں شامل ہونا تھا۔

میرب گھر پہنچی تو تنزیلہ کچن میں اپنے لئے چائے بنا رہی تھی۔ وہ اپنی چائے اکثر خود ہی بناتی تھی۔ اسے ہاؤس ہیلپ والی لڑکی کی چائے بہت بری لگتی تھی۔

میرب بھی کچن کی طرف چلی آئی۔

"ایک کپ میرے لئے بھی بنا دیں۔ آیان نے تو اتنی بری کافی پلائی ہے۔" میرب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "ذرا مزا نہیں آیا۔"

تنزیلہ نے مڑ کر اسے دیکھا۔

"اچھا اوکے۔۔۔ ویسے تمہیں آیان کیسا لگتا ہے؟"

"ہوں۔۔۔" وہ سوچتے ہوئے بولی۔ "اچھا لڑکا ہے۔"

"تم خوش ہو؟" تنزیلہ نے نرمی سے پوچھا۔

میرب نے اسے یوں دیکھا جیسے وہ جانتی تھی کہ تنزیلہ جانتی ہے اس رات کیا ہوا ہو گا۔

"ہاں۔۔۔ تنو۔۔۔ آئی مین تنزیلہ۔۔۔ میں خوش ہوں۔" میرب نے تنزیلہ کو تنو کہنے کیلئے خود کو دل میں کوسا۔ "ہاں میں بہت خوش ہوں۔"

"کوئی بات نہیں تم مجھے تنو کہہ سکتی ہو۔ میری سہیلیاں (ساغر) مجھے تنو کہہ کر ہی پکارتی تھیں۔ اور اب تو ہم دوست ہیں سو تم بھی کہہ سکتی ہو۔"

میرب قدم قدم چلتی اسکے قریب آئی اور اسکے گلے لگ گئی۔

میرب یک دم جذباتی ہو گئی تھی۔

"سوری میں نے تمہارے ساتھ بہت برا رویہ رکھا۔" میرب کی آواز کپکپانے لگی۔

"مجھے معاف کر دو میرے رویہ کیلئے۔ میں بس مما کو مس کرتی ہوں۔ اس لئے سب سے لڑتی رہتی ہوں۔ سب پہ غصہ کرتی ہوں۔"

میرب کی آنکھیں گرم ہونے لگیں۔

"کوئی بات نہیں میرب۔۔۔میں نے کبھی برا نہیں مانا۔میں سمجھ سکتی ہوں تم دکھی تھی، بری نہیں۔اور میں بھی تو لڑائی میں خوب اچھی طرح مقابلہ کرتی تھی۔برا فیل مت کرو۔۔۔میں ہمیشہ حساب برابر کر ہی دیتی تھی۔" بات کے آخر میں وہ ہلکا سا ہنسی۔

کئی لمحے گزر گئے۔

میرب نے اپنے بازو اسکے وجود سے آزاد کئے اور پیچھے ہو گئی۔

"فرینڈز؟" میرب نے ہاتھ بڑھایا۔

"ہاں فرینڈز۔" تنزیلہ نے اس سے ہاتھ ملایا۔"اچھا چائے تیار ہے۔" وہ ہولے سے مسکرا دی۔

وہ اپنا اپنا کپ اٹھا کر لونگ روم میں آ گئیں۔دونوں کا رشتہ پہلے سے بہتر ہو گیا تھا۔ دونوں اب دوستی کے رشتے تک پہنچ چکی تھیں۔

وہ دونوں چائے پیتے ہوئے باتیں کرنے لگیں۔وقتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔

تنزیلہ اٹھی اور رسیور اٹھا کر کان سے لگایا۔

"واٹ ! کب۔۔۔ کس ہسپتال میں۔۔۔اچھا میں آرہی ہوں۔" تنزیلہ نے گھبراہٹ میں رسیور واپس رکھا۔

وہ شاک میں تھی۔

"کیا ہوا تنزیلہ ؟"میرب بھی اٹھ کر اسکے قریب آگئی۔

"میرب۔۔۔وہ۔۔۔انمول کو کار نے ٹکر ماردی۔۔۔وہ ہسپتال میں ہے۔امی کا فون تھا۔"اس نے ڈوبتے ہوئے دل کے ساتھ اسے بتایا۔"اسکی جان خطرے میں ہے۔"

"چلو! ہم چلتے ہیں۔"میرب نے اسے سنبھالے ہوئے کہا۔

دونوں باہر نکلیں اور کار نکال کر ہسپتال کی طرف روانہ ہو گئیں۔ڈرائیونگ میرب کر رہی تھی اور تنزیلہ سارے راستے دعائیں مانگتی رہی تھی۔

"یااللہ میری پیاری بہن کو زندگی دے۔یااللہ اسکو صحت دے۔"

کچھ دیر بعد وہ ہسپتال میں ایمرجنسی وارڈ کے باہر کھڑی تھیں۔

تنزیلہ کی امی کا رو رو کر برا حال ہو رہا تھا۔

انکی معصوم بچی زندگی اور موت کے درمیان پھنس گئی تھی۔

"کیسے ہوا امی۔۔۔ کس کی گاڑی تھی۔۔۔ کون لایا اسے ہسپتال۔"

"پتا نہیں کس کی گاڑی تھی۔۔۔ محلہ کا لڑکا لایا ہے اسے۔۔۔ وہ کھڑا ہے۔" امی نے ایک لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔

لڑکے کی پشت انکی طرف تھی لیکن تنزیلہ اس لڑکے کو پہچان چکی تھی۔ وہ اس لڑکے کو اچھے سے جانتی تھی۔

وہ لڑکا ڈاکٹر سے بات کر رہا تھا۔

میرب تنزیلہ کی امی کے پاس بیٹھ کر انہیں حوصلہ دینے لگی۔

تنزیلہ قدم قدم چلتی اس لڑکے تک آئی۔

"ساغر۔۔۔ شکریہ تم نے انمول کو ہسپتال پہنچا دیا۔" ساغر مڑا اسکی گرے شرٹ پہ خون کے دھبے تھے۔

ساغر نے اسے اس دن کے بعد آج دیکھا تھا۔ اسکی آنکھوں میں ناراضگی سی تھی۔ لیکن کیوں چھوڑ کر تو وہ گیا تھا تنزیلہ کو۔ پھر ناراضگی کیسی۔

"کوئی بات نہیں۔ میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا۔" وہ اتنا کہہ کر مڑا اور ڈاکٹر کی بات سننے لگا۔

اگلا آدھا گھنٹہ تنزیلہ اور اسکی ماں کیلئے بہت مشکل رہا۔ وہ مسلسل دعا کر رہیں تھیں۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر باہر آتا دکھائی دیا۔ تنزیلہ انکی طرف لپکی۔

"بچی خطرے سے باہر ہے لیکن اسکی ایک ٹانگ بری طرح سے گھائل ہوئی ہے اور اسکو کافی چھوٹ آئی ہے۔ سر پہ کوئی نوکیلی چیز لگی تھی لیکن آپ خوش قسمت ہیں سر کی بچت ہو گئی۔" ڈاکٹر نے تفصیل سے بتایا تھا۔

"ہم دیکھ سکتے ہیں اسکو؟" تنزیلہ بے چینی سے بولی۔

"ہاں اسکو دوسرے وارڈ میں شفٹ کرنے کے بعد آپ مل سکتے ہیں۔" ڈاکٹر کہہ کر وہاں سے دوسری طرف چل دیا۔

کچھ دیر بعد انمول کو گرین زون کے ایک وارڈ میں شفٹ کر دیا گیا۔

ساغر پورا وقت انکے ساتھ تھا۔

اس وقت انمول دوائیوں کے زیر اثر سو رہی تھی۔امی پاس بیٹھی اپنی بیٹی کو گیلی ہوتی آنکھوں سے دیکھ رہی تھیں۔

میرب ایک طرف بیٹھی آیان کو اس حادثے کے بارے میں بتا رہی تھی۔

آیان کی کال آئی تھی سو اس کو ساری تفصیل سنانی پڑ گئی۔

ساغر اور تنزیلہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے تھے۔

"تم خوش ہو؟" ساغر کی آواز اسکی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"کیا۔۔۔نہیں۔۔۔ہاں خوش ہوں۔" وہ بے خیالی میں بولی۔

اس نے ایک نظر ساغر کو دیکھا۔

یہ کتنا بدلا ہوا الگ رہا ہے۔ تنزیلہ نے سوچا۔

ساغر کا فون بجنے لگا۔وہ کال سننے کیلئے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"امی۔۔۔اس لڑکے کا شکریہ ادا کر کے بھیج دیں اسے۔" تنزیلہ نے امی کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔"وہ کب کا یہاں ہے۔اسے کام ہو گا اسے اجازت دے۔"

ساغر کال سن کر واپس آیا تو امی بولیں۔ "بیٹا۔۔۔ تمہارا بہت شکریہ! تم وقت پہ میری بچی کو ہسپتال لے آئے۔ مجھے پتا ہے تمہیں بہت کام ہو گیں۔ جانا چاہو تو چلے جاؤ۔ میں تمہاری امی کی طرف آؤں گی شکریہ کرنے۔" امی نے دھیمے لہجے میں کہا تھا۔ "تمہارا بہت شکریہ۔"

"کوئی بات نہیں خالہ یہ میرا فرض تھا۔۔۔ اچھا خالہ۔۔۔ میں چلتا ہوں۔" اس نے ایک نظر تنزیلہ کو دیکھا۔

"اللہ حافظ۔"

وہ کمرے سے نکل گیا۔

میرب انمول کے قریب آئی۔ "کتنی پیاری ہے۔۔۔ اللہ صحت دے۔"

"آمین!" تنزیلہ اور امی کے منہ سے نکلا۔

---***---

اس ہسپتال سے دور رستم گلی کے دکان والے چچا کے ریڈیو پہ عاطف اسلم اور قراۃ العین بلوچ کا گانا "دیوانہ" بج رہا تھا۔

جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے

سنگ ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے

کمیل چچی کے کمرے میں بیٹھا نکاح کی تاریخ طے کر رہا تھا۔ چچی نے صلومی سے رسماً پوچھ لیا تھا۔۔ صلومی نے ہاں کر دی تھی اور چچی بھی کچھ دن سے یہی بات سوچ رہی تھیں کہ دونوں کا نکاح ہو جائے۔ اور پھر یہ بات خود کمیل نے ہی کر دی تھی۔ چچی کافی خوش تھیں۔ انکی بیٹی کی شادی ہو رہی تھی۔

اس کے دل پر بھی کڑی عشق میں گزری ہو گی

نام جس نے بھی محبت کا سزا رکھا ہے

ساغر نے موٹر سائیکل گھر کے سامنے روکا، اسے ایک طرف لگا کر اندر چلا آیا۔ امی صحن میں بیٹھی چاول چن رہی تھیں۔

"آو۔۔۔ یہاں بیٹھو۔" امی نے اسے اپنے پاس بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

"جی امی۔" وہ انکے پاس چارپائی پر بیٹھ گیا۔

"ساغر۔۔۔میں کچھ سوچ رہی تھی۔میں چاہتی ہوں تم شادی کرلو۔"انہوں نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔"تم اب نوکری بھی اچھی کررہے ہواور پھر تیری خالہ نے بات کی ہے اپنی بیٹی کیلئے۔"

"امی۔۔۔مجھے شادی نہیں کرنی ابھی۔"وہ سنجیدگی سے کہہ کر اپنے کمرے کی طرف چل دیا۔

پی جا ایام کی تلخی کو بھی ہنس کے ناصرؔ

غم کو سہنے میں بھی قدرت نے مزا رکھا ہے

علی کلاس سے نکلا اور موبائل نکال کر میرب کی چیٹ دیکھنے لگا۔میرب نے اسے دوبارہ میسج کیا تھا نہ کال۔مال میں زبردستی ملنے کی کوشش کے بعد وہ اسے نظر بھی نہیں آئی تھی اور روبی نے بھی مزید مدد کرنے سے انکار کردیا تھا۔وہ تیز تیز چلتا ہوا لائبریری آگیا اور بیٹھ کر سوچنے لگا۔کچھ دیر سوچنے کے بعد اسکے لبوں پہ مسکراہٹ آنے لگی۔وہ جانتا تھا اسے کیا کرنا ہے۔وہ منصوبہ بنانے لگا۔

جب سے تو نے مجھے دیوانہ بنا رکھا ہے

سنگ ہر شخص نے ہاتھوں میں اٹھا رکھا ہے

میرب اور تنزیلہ ساتھ ساتھ بیٹھی تھیں۔انمول ہوش میں آچکی تھی اور امی اب اسکے پاس بیٹھیں اسے سوپ پلا رہی تھیں۔

"مجھے اس حادثے کا بہت افسوس ہوا تنو۔"میرب کے چہرے پہ افسردگی تھی۔

"وہ جلد چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے گی۔"

"شکریہ میرب"وہ دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

اسے انمول کے حادثے کا بہت غم تھا لیکن ساغر کو ہسپتال میں دیکھنے کے بعد وہ اور بھی غمگیں ہو گئی تھی۔

چند لمحوں کیلئے اسے گزرا ہوا وقت یاد آیا تھا۔

وہ شامیں

وہ باتیں

وہ وعدے

---☆☆☆---

سہ گوش
(از زین علی)

شام کو ساغر گھر سے نکلا اور موٹر سائیکل پہ سوار ہو کر نیو ٹاؤن پارک آ گیا۔ پارک کے آس پاس بڑے بڑے اونچے بنگلے بن چکے تھے۔

وہ چار سال بعد یہاں آیا تھا۔ اس کا دل پھٹ رہا تھا۔ اسکی آنکھیں نم ہو رہی تھیں۔ وہ بائیک ایک طرف لگا کر اندر آ گیا۔

آسمان سنہرا سا ہو رہا تھا۔ بادل ڈوبتے سورج کے آگے پیچھے رقص کر رہے تھے۔

"سنہرے پل۔"(golden hour) وہ بڑبڑایا۔

وہ چلتا ہوا ایک بینچ کے قریب آیا۔ ساغر اور تنزیلہ اکثر اس بینچ پہ بیٹھا کرتے تھے۔

وہ ہولے سے بیٹھ گیا۔

"اس نے گردن موڑ کر اپنی بائیں طرف دیکھا۔

"کاش تم پھر سے میرے ساتھ یہاں بیٹھ کر باتیں کر سکتی۔"

ہم جن چیزوں کو اپنی زندگی میں اتنی اہمیت نہیں دیتے، اصل میں وہ چیزیں ہماری یادوں میں ایک خاص کردار ادا کرتی ہیں۔

"میں بہت مس کرتا ہوں تمہیں۔"

اسکی آنکھ سے ایک آنسو اسکی گال پہ پھسلتا ہوا نیچے زمین پہ گرا اور وہیں جذب ہو گیا۔

جس سے محبت ہو، وہ ہمارے سامنے کھڑا ہو اور ہمیں مسلسل نظر انداز کرے تو اپنا وجود بہت چھوٹا اور فضول لگتا ہے۔

"لیکن غلطی میری ہی تھی۔۔۔"

اسکی آنکھوں میں آنسو ٹھہرے ہوئے تھے۔

درر، تکلیف لڑکوں کو بھی ہوتی ہے۔ سچی محبت انہیں بھی ہوتی ہے۔

"مجھے لگا تم میرا انتظار کرو گی اور میری واپسی پہ تم مجھے معاف کر دو گی۔ تم غصہ کرو گی نہ ناراض ہو گی۔ لیکن۔۔۔"

غلطیاں انسانوں سے ہی ہوتی ہیں۔ اس کی غلطی اسے چھوڑ کر بھاگ جانا تھا۔

لیکن۔۔۔

محبت سے منہ موڑ لینا، اس سے بھاگ جانا۔ یہ غلطی نہیں گناہ ہے۔

"لیکن تم نے میرا انتظار نہ کیا۔"

محبت میں بھاگا نہیں جاتا۔ محبت میں ہر مشکل کا سامنا کیا جاتا ہے۔

"کاش۔۔۔میں بھاگا نہ ہوتا۔"

بارش کے ننھے ننھے تین چار قطرے اسکے بالوں اور منہ پہ گرے۔

"تم میری نہ ہو سکی۔۔۔"

وہ اٹھا اور باہر نکل آیا۔اس نے مڑ کر پارک کو ایک نظر دیکھا۔

"میں یہاں پھر کبھی نہیں آؤں گا۔" اس نے خود سے عہد کیا۔

اس کے لئے یہاں آنا اذیت بھرا تھا۔وہ اب اس پارک میں کبھی نہیں آئے گا۔ایسا اسکا سوچنا تھا لیکن قسمت کو کیا منظور ہے یہ ہم نہیں جانتے۔

---☆☆☆---

کمیل اپنے کمرے میں لیٹا ہوا تھا۔وہ کچھ سوچ رہا تھا۔اس کا ماننا تھا کہ لیٹ کر سوچنے سے دماغ تیز چلتا ہے اور مسئلے کا حل نکل آتا ہے۔

کمیل،اسکی سوچ اور اس کے مسائل۔

دفعتاً دروازے پہ دستک ہوئی۔ کھٹ کھٹ کی آواز اسے خیالوں کی دنیا سے نکال لائی۔

صلومی کمرے میں آئی تھی۔ اسے اندر آتا دیکھ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"صلومی۔۔۔ ہمارا نکاح ہونے والا ہے۔ عام لڑکیوں کی طرح تھوڑا شرمالو۔" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ "لیکن تم تو پھر میرے کمرے میں چلی آئی۔"

صلومی کو دیکھ کر اسکا موڈ پہلے سے تھوڑا بہتر ہو گیا تھا۔

"میں۔۔۔ لیکن ہم تو دوست بھی ہیں۔ تو شرمانا کیسا۔" وہ ہنسی۔

"دوست۔۔۔" اس کے لہجے میں ہلکا سا طنز تھا۔ "اور وہ خط۔۔۔ وہ دوست کو لکھا تھا۔"

کمیل صلومی کے دیے خط کی بات کر رہا تھا۔ اسکی بات سن کے صلومی کے گال سرخ ہوئے۔

"وہ۔۔۔ میں۔۔۔" وہ یک دم شرمانے لگی اور کمرے سے نیچے بھاگ گئی۔

"اب کیوں شرمائی یہ۔" وہ خود سے ہی کہہ رہا تھا۔

وہ گرنے کے انداز میں دوبارہ لیٹ گیا۔

"شرماتے ہوئے زیادہ پیاری لگتی ہے۔" وہ خود کلامی کر رہا تھا۔

---☆☆☆---

اگلی صبح طوفانی بارش کے ساتھ شروع ہوئی۔ چمن پور میں لوگ اپنے کاموں میں مصروف تھی۔ نئ حویلی میں آج کافی چہل پہل تھی۔

شہر سے چودھری کا بڑا بیٹا زمان علی آیا ہوا تھا۔ شازیہ بیگم ملازموں کو ڈانٹتے ہوئے کھانے کی تیاری کروا رہی تھی۔

ثمر اور ثمرہ اپنے بڑے بھائی کے ساتھ ٹی وی لاؤنج میں بیٹھے کوئی پاکستانی ڈرامہ دیکھ رہے تھے۔

"علی۔۔۔ تم مجھے کسی سے ملوانا چاہتے تھے۔" شازیہ بیگم کچن سے نکل کر وہیں آ گئی تھیں۔

علی نے کسی لڑکی کے بارے میں اپنی ماں کو بتایا تھا۔

"جی امی۔۔۔ لیکن وہ کافی مصروف ہے آج کل سو ابھی نہیں ممکن۔"

"ہوں۔۔۔امتحانات کب سے شروع ہو رہے ہیں۔"ان کے لہجے میں پیار ہی پیار تھا۔"پرچوں کے بعد تمہاری شادی کا سوچا میں نے۔ایک دو لڑکیاں ہیں میری نظر میں۔"

"امی ابھی میرا ارادہ نہیں ہے شادی وادی کرنے کا۔میں ابھی اپنا کاروبار کھڑا کرنا چاہتا ہوں۔اپنے پیروں پہ کھڑا ہو کر شادی کرنے کا ارادہ ہے۔"وہ ہولے ہولے بول رہا تھا۔"ابھی آپ میری شادی کا نا سوچیں۔"

شازیہ بیگم بنا کچھ بولے اٹھ کر کچن کی طرف چلی گئی۔

شاید وہ ابھی اس بات پر بحث نہیں کرنا چاہتی تھیں۔

"بھائی!میرے لئے شہر سے کیا لائے ہیں۔"ثمرہ نے چہک کر پوچھا تو ثمر بھی اسکے پیچھے بولا۔"ہاں با کیا لائے ہیں۔"

وہ اپنے بھائی کو "با" کہتے تھے۔

"چلو میرے کمرے میں بیگ کھول کر دیکھتے ہیں۔"وہ اٹھا اور مسکراتا ہوا بولا۔

وہ تینوں علی کے کمرے میں چلے گئے۔

باہر بڑا گیٹ کھلا اور چودھری کی گاڑی اندر داخل ہوئی۔اس گاڑی کے پیچھے دو اور گاڑیاں بھی تھیں۔

چودھری کے ساتھ دوسری گاڑیوں سے چند آدمی نکلے تھے۔وہ آدمی چودھری کے پیچھے پیچھے چلتے، حویلی سے الگ ایک طرف بنے آفس میں چلے آئے۔

"اس انسپکٹر کو یہاں سے کہیں اور بھیجنے کا انتظام کرو۔"چودھری پاور چیئر پہ بیٹھا ہوا تھا۔"وہ آج نہیں تو کل ہمارے گلے کا کانٹا بن جائے گا۔"

"چودھری صاحب۔۔۔وہ بہت عقلمند آدمی ہے۔وہ آرام سے اپنا ٹرانسفر نہیں ہونے دے گا۔اوپر سے وہ لڑکی۔۔۔وہ قتل جو ہوا ہے۔وہ قاتل کو پڑے بغیر نہیں جائے گا۔"سامنے بیٹھا ایک بوڑھا آدمی بولا۔"اسے کرنے دیں جو کرتا ہے۔میں نے اس کیلئے ایک منصوبہ سوچ رکھا ہے۔"

"چودھری صاحب کیوں نہ اسے غائب کر دیں جس طرح ہم نے دو سال پہلے اس شاطر انسپکٹر کو کیا تھا۔"پیچھے صوفے پہ ایک جوان لڑکا جوش میں بولا۔"آپ بس حکم کریں۔"

وہ لڑکا علی کا ہم عمر تھا۔

"یہ کیا بک رہے ہو۔ خاموش رہو۔" بوڑھا غصے سے بولا تو لڑکا منہ موڑ کر بیٹھ گیا۔

"یہ تو ہر وقت ایسے ہی بس فضول کے۔۔۔" بوڑھا بات مکمل کئے بغیر اپنی پہلی والی بات پہ آگیا۔ "اچھا تو اس انسپکٹر کو کرنے دے جو وہ کرتا ہے۔ آپ اسکی فکر نہ کریں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ کھانا بھجوادوں گا کھا کر جانا۔" چودھری اٹھا اور وہاں سے نکل کر حویلی آگیا۔

"ہر وقت جوش میں ہوش نہ کھو دیا کر۔ زبان کو تالا لگا کر رکھا کر۔ جاہل نہ ہو تو۔" بوڑھا لڑکے کو ڈانٹ رہا تھا۔

---☆☆☆---

"تم خوش ہو نا۔" چچی کے چہرے پہ فکر مندی تھی۔

"جی چچی جان میں خوش ہوں۔" وہ مسکرایا۔ "ہم جلد ہی کسی اچھی جگہ شفٹ ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے بیٹا۔" انکی فکر مندی جیسے غائب ہو گئی تھی۔

"میں ذرا کپڑے نکال لوں۔ تمہیں کام ہو گیں کر لو تم۔" انہوں نے اسے جانے کی اجازت دی۔

وہ چچی کے کمرے سے نکلا اور اوپر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

صلومی کچن میں کھڑی کچھ سوچتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔ اسے اسکی پسند، اسکی محبت بنا مشکل، بنا کسی رکاوٹ کے مل گئی تھی۔ اسے خوش تو ہونا ہی تھا۔

---☆☆☆---

"تم دونوں اپنی گرفتاری دو گے۔" بوڑھا پاور چیئر پہ بیٹھا تھا۔ سامنے شوقا اور تاڑا کھڑے تھے۔ وہ دنوں بدمعاش قسم کے آدمی لگتے تھے۔ بڑی بڑی مونچھے اور چوڑے بھرے ہوئے بدن۔

"چودھری نے ہمیں منظوری دی ہے اپنے منصوبے پہ کام کرنے کی اور تم دنوں ہمارے اس منصوبے میں شامل ہو۔" وہ دھیرے دھیرے بول رہا تھا۔ "ہمیں پتا

ہے تم دونوں اس لڑکی کے قتل میں شامل ہو اور تم نے اس کے ساتھ کیا کیا ہے۔ میں سب جانتا ہوں۔"

"میں گرفتاری نہیں دوں گا۔" شوقا اپنی پھٹی ہوئی آواز میں بولا۔

"پوری بات سن لو جاہل۔" بوڑھا دبے دبے غصے میں بولا تھا۔

"تم چودھری کے خاص آدمی ہو۔ تمہاری غلطیوں کو نظرانداز کرتے ہوئے ہم تمہاری مدد بھی کرے گے۔ تم گرفتاری دوگے اور انسپکٹر کو مجرم مل جائیں گے۔ اس کے بعد تم چند ماہ جیل میں رہوگے اور اسکے بعد ہم تم دونوں کو جیل سے نکلوالے گے۔"

"اچھا اور تم نے ہمیں نہ نکلوایا تو؟" تاڑا کی آواز باریک کانوں میں چھپنے والی تھی۔ جسم اسکا ہاتھی جیسا تھا لیکن آواز کسی مریل چوزے جیسی۔

"ہمیں تم دونوں سے بہت کام ہے ابھی۔" وہ ہلکا سا ہنسا۔ "ہم تمہیں نکلوالیں گیں۔"

شوقا اور تاڑا گرفتاری دینے کیلیئے مان گئے اور بوڑھا انکو انکے بیان یاد کروانے لگا جو انہیں انسپکٹر کو دینے تھے۔

وہ جوان لڑکا ایک طرف بیٹھا سب سن رہا تھا۔

وہ اب کی بار خاموش تھا۔ شاید بوڑھے نے اسے جان سے مارنے کی دھمکی دی تھی۔

---☆☆☆---

فلک اپنے آفس میں بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا جب مٹیار گل نے اسے آواز دی۔ وہ جلدی سے اٹھا اور باہر چھوٹے سے ہال میں آ گیا۔

"کیا ہوا گل؟"

"جناب یہ دونوں گرفتاری دینے آئے ہیں۔ انکا کہنا ہے کہ یہ رانی کے قاتل ہیں۔" مٹیار گل جوش میں بتانے لگا۔

"انکو حوالات میں ڈالو۔" فلک نے دونوں کو ایک نظر دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی جناب۔" مٹیار گل اتنا کہہ کر انہیں حوالات میں بند کرنے لگا۔

"میرے کیبن میں آؤ۔" اس نے مٹیار گل کو اشارہ کیا۔

چند منٹوں بعد وہ فلک کے سامنے بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا۔

"جناب کیا سوچ رہے ہیں۔"

"یہ شوقا اور تاڑا ہی ہیں نا؟" فلک بولا۔

میٹار گل نے ہاں کی صورت ہلکا سا سر ہلایا۔

"چودھری تو کہہ رہا تھا کہ یہ قتل کے دن گاؤں سے باہر تھے۔ اور اب اچانک اتنے دن بعد یہ گرفتاری دینے آئے ہیں اور قتل قبول بھی کر رہے ہیں۔"

"آپ کیا سوچ رہے ہیں؟"

"ان سے بیان لو اور پتا کرواؤ ان کا تیسرا ساتھی کون ہے جس کے ساتھ مل کر انہوں نے رانی کو زیادتی کا نشانہ بنایا تھا۔" فلک سوچتے ہوئے بولا۔

مٹیار گل جی جناب کہہ کر نکل گیا اور وہ سوچنے لگا۔

---☆☆☆---

وہ دونوں فلک کے سامنے کھڑے تھے۔ دونوں کے ہاتھوں میں ہت کڑیاں تھیں۔

"تم دونوں کا کہنا ہے کہ تم نے رانی کو زیادتی کا نشانہ بنایا اور پھر اسے قتل کر دیا۔"

"ہاں۔" شوقا اپنی پھٹی آواز میں بولا۔

"تمہارا تیسرا ساتھی کون ہے؟"

شوقا اور تاڑا ایک دوسرے کو سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

"ہم دو ہی ہیں۔ ہم کسی تیسرے کو نہیں جانتے۔" تاڑا بولا۔ "ہم شرمندہ ہیں اپنے اس عمل پہ۔"

شوقا اسے دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔ اسکی مسکراہٹ میں شاطرانہ ادا تھی۔

"تم دونوں کو سزائے موت سنائی جائے گی۔ تم یہ جانتے ہوئے بھی گرفتاری دینے آ گئے۔" فلک گھمبیر لہجے میں بول رہا تھا۔ "تم دونوں کو یہ احساس جرم کیسے ہوا اچانک سے۔"

شوقا بوڑھے کے دیے ڈائیلاگز یاد کرتا ہوا بولا۔ "ہم نے جرم بھی کیا ہے اور گناہ بھی۔"

"مٹیار گل انکو حوالات میں ڈالو اور انکی خدمت کرو۔ ان سے انکے تیسرے ساتھی کا نام پتہ نکلواؤ۔"

مٹیار گل معنی خیز انداز میں مسکرایا۔ وہ کافی دنوں سے کسی کی خاطر داری کرنا چاہتا تھا۔

"آپ فکر مت کریں جناب جلد ہی انکا تیسرا ساتھی بھی آپکے سامنے ہو گا۔"

مٹیار انہیں باہر لے گیا اور چند منٹ بعد شوقا اور تاڑا کی چیخیں اسے سنائی دینے لگیں۔ مٹیار گل دوسرے کانسٹبل کے ساتھ مل کر انکی خدمت کر رہا تھا۔

آج وہ دل کھول کر خدمت کرے گا۔

---☆☆☆---

"ساغر تمہارا دوست آیا ہے۔ وہ ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہے۔" ساغر کی امی نے اسے آواز لگائی۔

کمیل اس سے ملنے اور اپنے نکاح کی دعوت دینے آیا تھا۔

ساغر ڈرائنگ روم میں آیا تو کمیل دیوار پہ لگی ساغر کی پرانی تصویر دیکھ رہا تھا۔

"اسلام علیکم کمیل۔۔۔آج کیسے یاد آئی اس دوست کی۔"ساغر کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"وعلیکم اسلام۔" کمیل اسکی طرف مڑا۔"ٹائم ہی نہیں ملا۔اچھا تمہاری تصویر دیکھ رہا تھا۔یہ صرف مجھے لگ رہا ہے یا تم سچ میں بدل گئے ہو پہلے سے۔"

"نہیں کمیل۔۔۔میں کہاں بدلا ہوں ویسا ہی ہوں۔تم بیٹھو۔"

کمیل سنگل صوفے اور ساغر بڑے والے پہ بیٹھ گیا۔

"نکاح ہے تمہارے بھائی کا اس جمعہ۔" کمیل یہ بتاتے ہوئے خوش لگ رہا تھا۔"تم اور خالہ کو دعوت ہے۔"

"ارے! یہ کب ہوا۔اچانک نکاح۔"ساغر مسکرایا۔"کس سے ہو رہا ہے؟"

"میری چچازاد ہے۔"

"اواب سمجھا تم کیوں یہاں آئے ہو۔لڑکی پسند کرنے آئے تھے۔"ساغر شوخ دوستوں کی طرح اسے چھیڑ رہا تھا۔

"نہیں یار ساغر ایسی بات نہیں ہے۔میں تو۔۔۔" کمیل کچھ کہتا کہتا رک گیا اور اس نے بات بدل دی۔"یار تمہاری چند کاموں میں بھی ضرورت ہے۔تم ہی ہو جو بھائیوں کی طرح میرا ساتھ دے سکتے ہو۔"

"ہاں ضرور۔"ساغر اسکے لئے خوش تھا۔

"ہمیں نکاح کی تیاری کے کچھ کام کرنے ہیں۔تیار ہو جاؤ تو چلتے ہیں۔"

ساغر کمرے سے نکلا ہی تھا کہ اتنے میں اسکی امی چائے لے کر آ گئیں۔

"اسکی کیا ضرورت تھی خالہ۔"

"بیٹا چائے ہے اور خالہ کہہ رہے ہو تو تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔" وہ ایک پل کو رکیں۔"ساغر کو بہت عرصے بعد کسی کے ساتھ دوستی کرتے دیکھا ہے۔تم اچھے لڑکے لگتے ہو۔اسے سمجھانا کہ وہ بھی شادی کر لے۔"

مائیں اور انکا بیٹوں کو لے کر شادی کا جنون بھی عجیب ہوتا ہے۔ہر وقت شادی کی بات،شادی کی فکر۔

ساغر تیار ہو کر واپس آیا۔وہ امی کی یہ بات سن چکا تھا لیکن اس نے نظر انداز کر دیا۔

"کمیل میں تیار ہوں۔"

"اچھا خالہ آپ ضرور آیئے گا۔" کمیل اٹھا۔"اللہ حافظ۔"

دونوں باہر نکل آئے۔ساغر اپنی بائیک پہلے ہی نکال چکا تھا۔

"پہلے کہاں جانا ہے؟"

"بازار چلتے ہیں۔شاپنگ کرتے ہیں۔بوائز آؤٹ۔"

ساغر ہنس دیا۔

"ہاں بوائز آوٹ۔"

---☆☆☆---

میرب کو کہیں جانا تھا اس لئے وہ ہسپتال سے واپس گھر آگئی تھی۔اسکے چہرے پہ تھکن تھی۔

"ہاں بے چاری کو کافی چوٹ لگی ہے۔"میرب روبی کو کال پہ بتارہی تھی۔"کار ٹکر مار گئی تھی۔شکر ہے اللہ کا زیادہ نقصان نہیں ہوا۔"

دوسری طرف سے بات سننے کے بعد وہ بولی۔"ہاں گھر آجائے گی تو بتاؤ گی ایک ساتھ چلیں گے اسے ملنے۔اچھا یار مجھے کچھ کام ہے پھر ہوتی ہے بات۔"

وہ اپنے کمرے میں آئی اور الماری سے کپڑے نکال کر باتھ روم میں گھس گئی۔

---☆☆☆---

علی اپنے کمرے میں لیٹا تھا۔وہ اداس تھا۔اسکا کمرہ کافی بڑا اور عالیشان قسم کا تھا۔

یہ کمرہ پہلے اسکے چچا کا تھا لیکن انکے یہاں سے جانے کے بعد یہ کمرہ علی کو مل گیا۔اسے یہ کمرہ ہمیشہ سے بہت پسند تھا۔

کمرے میں ایک بہت بڑی بالکونی بھی تھی جو باغیچے کی طرف لگتی تھی۔وہاں سے باغیچہ اور لان دکھائی دیتے تھے۔

وہ بیڈ سے اٹھا اور بالکونی میں آکر کھڑا ہو گیا۔اس نے اپنی جیب میں ہاتھ ڈال کر کچھ ٹٹولا۔

"میرب میری ایک غلطی کی وجہ سے تم نے مجھے اتنی بڑی سزا دی ہے۔"

وہ دھیرے دھیرے چلتا ہوا بالکونی کی ایک طرف آگیا۔

ثمر اور ثمرہ نیچے لان میں کھیل رہے تھے۔مالی چاچا باغیچے کی گاس کاٹ رہا تھا۔

"بھائی آجائیں نیچے فٹ بال کھیلتے ہیں سب۔" ثمر نے اسے دیکھا تو آواز لگا دی۔

"آتا ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر کمرے میں آگیا اور منہ ہاتھ دھو کر نیچے لان میں چلا گیا۔

---☆☆☆---

"کہاں رہتے ہو آج کل کیش۔" صنم خالہ نے اسے سیڑھیاں چڑتے دیکھا تو آواز دی۔

"کہیں نہیں خالہ مصروف ہوں آج کل۔" اس نے سیڑھی پہ ہی مڑتے ہوئے بتایا۔

"اچھا۔۔۔روبی کمرے میں نہیں ہے۔" وہ بولیں اور کچن کی طرف چلی گئیں۔

"یہ کہاں چلی گئی۔" وہ خود سے ہی بولا۔ "پہلے تو ہر جگہ بتا کر جاتی تھی۔"

"جانے دو تمہیں کیوں اتنی فکر ہے۔" یہ اسکے دل کی آواز تھی۔ "کہیں۔۔۔محبت تو نہیں ہو گئی۔"

"نہیں اس شوخ لڑکی سے محبت۔ نہیں۔۔۔شاید۔۔۔ نہیں یار ایسا نہیں ہو سکتا۔" وہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔

---☆☆☆---

روبی مال آئی تھی۔ صلومی نے اسے کال کی تھی اور اپنے نکاح کی دعوت دی تھی۔ روبی نے میرب کو کال کی تھی لیکن وہ مصروف تھی تو وہ اکیلی ہی مال آگئی۔

وہ ایک شاپ سے نکل رہی تھی جب ایک لڑکا اس سے ٹکرایا۔

"آپ کو لگی تو نہیں۔۔۔ سوری۔" لڑکے کا دھیان کہیں اور تھا۔ وہ جلدی سے معافی مانگ کر چلا گیا۔

لڑکے نے ڈارک ریڈ ہڈی پہن رکھی تھی۔ وہ اسکا چہرہ نہیں دیکھ سکی۔

"یہ خوشبو۔۔۔ کون لگاتا ہے بھلا۔" اس نے مڑ کر لڑکے کو دیکھنا چاہا لیکن وہ وہاں سے جا چکا تھا۔

وہ اس بات کو ذہن سے جھٹک کر آگے کو چل دی۔

---☆☆☆---

"جناب وہ دونوں اپنے بیان پہ قائم ہیں۔انکا کہنا ہے کہ وہ دونوں ہی ہیں رانی کے قاتل ہیں۔" مٹیار گل بازو اوپر چڑھائے، پسینے میں بھیگا فلک کے آفس میں آیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔رانی کے گھر میرا پیغام بھیجو۔"

"جی جناب۔" وہ تابعداری سے کہہ کر کمرے سے نکل گیا۔

---☆☆☆---

وہ ڈارک ریڈ ہڈی والا لڑکا اس لڑکی سے ٹکرانے کے بعد ایک دکان میں گھس گیا تھا اور دروازے کے پیچھے چھپ کر اسے دیکھ رہا تھا۔اس کا چہرہ سیاہ ماسک اور ہڈی کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔

"بہت جلد تم سے بات ہو گی۔" وہ لڑکی کو دیکھتے ہوئے بڑبڑایا جو کہ مڑ کر وہاں سے جا چکی تھی۔

وہ دکان سے باہر نکلا اور مخالف سمت قدم بڑھانے لگا۔

اسکی آنکھیں کسی سے ملتی تھیں۔وہ قدم قدم چلتا کافی شاپ کے سامنے رکا اور ایک کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔

"کیا لیں گے آپ سر؟" ویٹر اچانک کہیں سے نمودار ہوا تھا۔

"بلیک کافی۔" وہ اسے دیکھے بنا اپنا آرڈر دے چکا تھا۔

چند منٹ بعد ویٹر اسکے سامنے کافی رکھ رہا تھا جب وہی لڑکی اسے اندر آتی دکھائی دی۔

"یہ کہاں سے آگئی۔" وہ اسے بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

لڑکی کے ہاتھ میں شاپنگ بیگز تھے۔اس نے ویٹر کو اشارہ کیا کیونکہ بیٹھنے کیلئے کوئی میز خالی نہیں تھا۔

ویٹر نے اسے ہڈی والے لڑکے کی طرف اشارہ کیا۔ویٹر شاید اسے اس لڑکے کے ساتھ میز شیئر کرنے کو کہہ رہا تھا۔

وہ قدم قدم چلتی اس میز تک آئی۔

"سوری مجھے آپ کے ساتھ یہ میز شیئر کرنی پڑے گی کیونکہ اور کوئی میز خالی نہیں ہے۔" وہ اسے اپنے آنے کی وجہ بتانے لگی۔

"جی ضرور آپ بیٹھیں۔" لڑکا دھیرے سے بولا۔

"میں روبی ہوں۔"لڑکی بیٹھتے ہوئے بولی۔

جب لڑکے نے اپنا نام نہ بتایا تو وہ بھی اپنا آرڈر دے کر اپنے موبائل میں گھس گئی۔

"اگر آپ برا نا مانے تو ایک بات پوچھوں؟"

"جی۔۔۔مجھ سے۔"روبی نے اپنی طرف اشارہ کر کے کہا۔"مجھ سے کہہ رہے ہیں۔"

"جی آپ سے۔"

"پوچھیں۔"وہ تھوڑا حیران تھی۔

پہلے تو یہ لڑکا نام تک نہیں بتا رہا تھا اور اب سوال کرنے پہ آگیا۔

"آپ سنگل ہیں؟"نام تو اس نے ابھی تک نہیں بتایا تھا۔

"واٹ!آپ کو یہ سوال پوچھنے کا حق نہیں مسٹر۔"

"آپ پھر بھی بتا دیں۔"

"ہونہوں۔۔۔میں تمہیں جانتی تک نہیں۔"وہ اسے نظر انداز کرنے کے انداز میں اپنا انسٹا گرام سکرول کرنے لگی۔

اسکی پوسٹ کے تین سولائیکس ہو چکے تھے۔

"جاننا ضروری ہے؟"

"میں سنگل نہیں ہوں۔" وہ جیسے اکتا کر بتا رہی تھی۔

"تو پھر شادی شدہ ہو؟" وہ تحمل سے پوچھ رہا تھا۔

"یہی سمجھو۔" وہ اپنا موبائل اپنے ہینڈ بیگ میں ڈالتے ہوئے بولی۔

"مطلب نہیں تم غیر شادی شدہ ہو۔ تم سنگل بھی نہیں ہو مطلب بوائے فرینڈ ہو گا۔"

"تم مجھے جج کیوں کر رہے مسٹر۔" وہ غصے سے اٹھی۔

"بیٹھ جاؤ روبی میرا چہرہ تو دیکھ لو ایک بار۔"

"نہیں شکریہ۔" وہ بیگ بازو میں ڈال کر اٹھنے لگی تو لڑکے نے اسکا بازو پکڑ کر دوبارہ کرسی پہ بٹھا دیا۔

"کیا بدتمیزی۔۔۔" اسکی بات پوری نہیں ہوئی تھی کہ لڑکے نے اپنا ماسک اتار دیا۔

"کاشف تم۔۔۔واٹ دا ہیل۔" وہ اسے دیکھ کر حیران ہوئی تھی۔"او یاد آیا تم ہی مجھ سے ٹکرائے تھے۔ تمہاری خوشبو تھی وہ۔"

"ہاں میں۔" وہ ہڈی بھی اتار کر پیچھے کر چکا تھا۔

"تم ایسے۔۔۔مجھے تنگ کیوں کر رہے ہو۔"

"تنگ کہاں کر رہا ہوں۔ملنے آیا تھا۔گھر گیا تھا خالہ نے بتایا تم گھر نہیں ہو اور شاپنگ کرنے گئی ہو تو میں تمہارے پیچھے آگیا۔"

"اچھا جی۔۔۔ایسا کیا ہو گیا کہ پیچھے آنا پڑ گیا۔" روبی اسکی بات پہ مسکرائی۔

"کچھ کہنا چاہتا ہوں۔"

"کہو سن رہی ہوں۔" وہ اسے یوں روپ بدل کر اپنے پیچھے آتا دیکھ بہت حیران ہوئی تھی۔

"آئی لو یو اور مجھے اس بات کا احساس آج ہی ہوا ہے۔ تھوڑی دیر پہلے۔"

"واٹ ! یو لو می۔سچ کہہ رہے ہو یا ابھی کہیں سے کیمرہ نکلے گا اور تم پرینک تھا ایسا کچھ کہو گے۔"

"ارے کبھی تسلی سے سن بھی لیا کرو۔ شوخ کہیں کی۔" وہ مسکرایا۔

"آئی لو یو۔"

"می ٹو۔"

روبی بہت خوش تھی۔

---☆☆☆---

"مجھے لگتا ہے تم پہ یہ رنگ زیادہ سوٹ کرے گا۔" ساغر کمیل کے ساتھ کُرتے کا رنگ پسند کر رہا تھا۔ "کالا اچھا رہے گا یار زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں۔"

"اچھا اوکے۔" کمیل نے اسکی پسند کو قبول کر لیا۔

"میرے لئے تم نے سیاہ کرتا پسند کیا تو میں تمہارے لئے یہ بادامی رنگ والا پسند کر رہا ہوں۔ چپ چاپ اسے خرید لیتے ہیں اب۔ نو بحث۔"

ساغر کچھ بولتے بولتے رک گیا۔ وہ خوش تھا۔ ان چند دنوں میں وہ دونوں کافی اچھے دوست بن گئے تھے۔

دونوں شاپنگ کر کے واپس گھر پہنچ چکے تھے

تھا۔ساغر کے لاکھ منع کرنے پر بھی کمیل اسے زبردستی چائے پہ اپنے یہاں بلالیا تھا۔

وہ کمیل کے کمرے میں بیٹھا تھااور کمیل اسکے لئے چائے بنارہا تھا۔صلومی نے کہا بھی تھا کہ میں بنادیتی ہوں لیکن وہ اپنی اسپیشل چائے بنا کر پلانا چاہتا تھا۔

کمیل چائے والی ٹرے لے کراوپر آیا تو ساغر گم صم سا بیٹھا کچھ سوچ رہا تھا۔

"کیاہوا ساغر۔"

"کچھ نہیں یار بس۔۔۔"

"کچھ ہوا ہے کیا؟" کمیل نے چائے کا کپ اسکی طرف بڑھایا۔

"نہیں۔۔۔"

"کچھ توہوا ہے۔تم مجھے بتا سکتے ہو۔"

"میں اس سے ملا۔" ساغر دھیرے دھیرے اسے اپنی اور تنزیلہ کی کہانی سنانے لگا۔

کمیل ایک اچھے دوست کی طرح خاموشی سے سننے لگا۔

---☆☆☆---

"سر میری ٹیم کی پوری نظر ہے اس پہ آپ فکر ہی نہ کریں۔اسکے ایک ایک قدم کی پوری خبر ہے مجھے۔" وہ جوش میں اپنے باس کو سب بتا رہا تھا۔

"جلد از جلد اسکا بندوبست کرو۔مجھے مزید گڑبڑ نہیں چاہیے۔" پاور چیئر پہ بیٹھا اسکا باس گھمبیر لہجے میں بولا تھا۔اسکی پشت اسکے چالاک اور چست دکھنے والے سیکرٹری کی طرف تھی۔اس کا چہرہ شیشے کی بڑی سی ونڈو کی طرف تھا۔جس سے سارا شہر دکھائی دیتا تھا۔

ٹیلی فون کی گھنٹی بجی۔اس نے اپنے سیکرٹری کو باہر جانے کا اشارہ کیا۔

"ہیلو جہان صاحب مجھے آپ سے ملنا ہے۔میں کل آپکے آفس آسکتی ہوں۔"

میرب کی آواز اسکے کانوں سے ٹکرائی۔

"ہاں ضرور آسکتی ہو لیکن شام سے پہلے آنا۔" اسکا چہرہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔

"اوکے جہان صاحب اللہ حافظ۔"

"آخر تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑ ہی گئی نا۔" اس نے موبائل کی روشن سکرین کو دیکھتے ہوئے سوچا تھا۔

---☆☆☆---

"ہم شادی کب کر رہے ہیں؟" روبی کار میں بیٹھتے ہوئے بولی۔

"ہیلو میڈم اپنی گاڑی کو بریک لگاؤ اور مجھے میری یہ گاڑی چلانے دو۔ ہم شادی نہیں کر رہے۔"

"کیوں۔۔۔ شادی نہیں کرو گے۔" وہ یک دم حیران ہوئی۔

"ابھی نہیں سوچا اس بارے میں۔"

"تو سوچ لو۔ سوچنے میں کون سا وقت لگتا ہے۔ آج ہی جا کر امی ابو سے بات کرو۔"

"اچھا دیکھتا ہوں۔" وہ اکتا کر بولا۔

روبی اتنے میں ہی خوش ہو گئی اور خاموش بیٹھ کر صلومی کے نکاح کے متعلق پلاننگ کرنے لگی۔

"کمیل نے تمہیں دعوت دی اسکے نکاح کی؟" روبی نے پوچھا۔

"ہاں اس جمعہ کو ہے۔"

"ساتھ ہی چلیں گیں۔" روبی جوش میں بولی۔"ایک ساتھ بوائے فرینڈ گرل فرینڈ کی طرح۔"

کاشف اسکی اس بات پہ ہنسا۔

یہ روبی کتنی شوخ ہے۔کاشف نے سوچا تھا۔

---☆☆☆---

اس رات جاتی گرمیوں کی آخری بارش ہوئی۔طوفانی بارش اور ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔

علی اپنے کمرے میں لیٹا کچھ سوچ رہا تھا۔دفعتاً دروازے پہ دستک ہوئی۔

"آجائیں۔" دروازہ کھلا اور شازیہ بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کیسے ہو بیٹا۔" وہ اس کے پاس بیٹھ گئیں۔"کھانے کی میز پہ بھی بہت اداس اور ناخوش سے لگ رہے تھے۔"

"نہیں ماما ایسی بات نہیں ہے میں بس تھکا ہوا ہوں اور کچھ نہیں۔"

"تم نے کسی لڑکی کا بتایا تھا اور آج میرے پوچھنے پہ بات گول کر دی تم نے۔ بتاؤ کیا ہوا ہے۔" وہ اسکی ماں تھی اور ماں تو سب جانتی ہے۔

"امی اسکی منگنی ہو گئی کہیں۔" وہ دھیمے لہجے میں بولا۔ "میں بہت پسند کرتا ہوں اسے۔"

"اچھا۔۔۔ یہ بات ہے۔ تو کوئی بات نہیں بیٹا کسی اور اچھی لڑکی کو پسند کر لو۔"

"بات صرف پسند کی ہوتی تو بھول جاتا لیکن پیار کرتا تھا ماما اس سے۔" وہ بولا۔ "یہ لڑکیاں لڑکوں کی ایک بات کے پیچھے اتنے بڑے فیصلے کیسے لے لیتی ہیں۔"

"بیٹا تم نے ضرور کوئی ایسی بات کی ہو گی جس سے وہ دکھی ہوئی ہو گی۔ اسی لئے اس نے کسی اور اپنا جیون ساتھی بنانا بہتر سمجھا۔"

"امی آپ اس کے گھر رشتہ لے کر جائیں۔"

"آپ خود ہی تو کہہ رہے ہیں کہ اسکی منگنی ہو چکی ہے پھر کیسے رشتہ مانگے۔" وہ پیار سے بول رہی تھیں۔

"منگنی ہوئی ہے ماما۔ مینگنیاں ٹوٹ جاتی ہیں۔ آپ میرے لئے بابا سے بات کرے اور انکی طرف جائیں۔" علی نے جیسے منت کی۔

"اچھا میں کرتی ہوں بات۔ لیکن کیا وہ لڑکی اب تمہیں پسند کرتی ہے؟"

وہ جواب سنے بغیر کمرے سے نکل گئیں اور وہ سوچتا رہا۔

کیا میرب اسے محبت کرتی تھی۔ اسکا دل توڑ دینے کے بعد بھی؟

وہ اٹھا اور اپنی اسٹڈی ٹیبل کے سامنے کرسی کھسکا کر بیٹھ گیا۔ اس نے جون ایلیا کی "لیکن" کھولی اور اپنی پسندیدہ غزل پڑھنے لگا۔ وہ جون ایلیا کا بہت بڑا فین تو نہیں تھا لیکن یہ اشعار ہمیشہ اسے اچھے لگتے تھے۔

جب وہ ناز آفریں نظر آیا

سارا گھر احمریں نظر آیا

میں نے جب بھی نگاہ کی تو مجھے

اپنا گل شبنمی نظر آیا

سہ گوش
(از زین علی)

بارش کے قطرے کھڑی سے ٹکرا کر نیچے زمین پر گر رہے تھے۔یہ کمیل کے کمرے میں لگی اکلوتی اور ننھی سی کھڑکی تھی جو دروازے کے بائیں طرف تھی۔

کمیل اپنے نکاح والا کُرتا پہن کر دیکھ رہا تھا۔اس کے چہرے پہ مسکراہٹ تھی۔

"میں بھی تم سے محبت کرنے لگا تھا اسی دن سے جب میں اس گھر میں آیا۔"اس نے خود سے ہی کہا۔

اس پہ سیاہ کرتا بہت اچھا لگ رہا تھا۔اسکی گندمی سی رنگت بہت خوبصورت لگنے لگی تھی۔

"مجھے پتا ہی نہیں چلا کہ محبت ایسے یوں چپکے چپکے کسی انسان سے ہو جاتی ہے۔"

اس نے خود کو شیشے میں دیکھا۔

"ویسے محبت ہوتی کیا ہے؟"اس نے خود سے ہی پوچھا۔

وہ بہت خوش لگ رہا تھا۔

"کیا میں صلومی سے شادی کر کے ٹھیک کر رہا ہوں؟"وہ خود سے ہی پوچھ رہا تھا۔

وہ بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"مجھے محبت ہے اس سے۔" وہ خود کو ہی جیسے جواب دے رہا تھا۔

وہ مسکرا دیا۔

وہ ٹھیک کر رہا تھا۔ یہ فیصلہ اسکی زندگی کا ایک خوبصورت فیصلہ تھا۔

حسبِ خواہش میں اس سے ملتے وقت

سخت اندوہ گیں نظر آیا

گرم گفتار ہے وہ کم گفتار

کیا اسے میں نظر نہیں آیا

صلومی اپنے کمرے میں بیٹھی کوئی رسالہ پڑھ رہی تھی جب ہلکی سی دستک ہوئی اور چچی کمرے میں داخل ہوئیں۔

صلومی نے گلابی رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی۔ وہ ان عام سے کپڑوں میں بھی بہت حسین لگتی تھی۔

"صلومی تم اس نکاح سے خوش ہو نا۔" چچی اسکی مکمل رضامند چاہتی تھیں۔

"امی مجھے کمیل اچھے لگتے ہیں اور آپ نے جو سوچا اور جو فیصلہ کیا وہ مجھے منظور ہے۔"

صلومی شرما کر بول رہی تھی۔ "میں بہت خوش ہوں امی۔"

"میری پیاری بچی۔" انہوں نے اسے اپنی بانہوں میں بھر لیا۔ "تم ہمیشہ میری پیاری بیٹی رہی ہو۔ ہمیشہ میری بات مانتی ہو۔ تم کمیل کے ساتھ خوش رہو گی۔ وہ اچھا انسان ہے۔"

چچی کی آنکھیں نم سی ہو گئیں تھیں۔

"جی امی۔" صلومی کا دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔

وہ تو کمیل کی محبت میں گرفتار تھی۔ وہ اسے یوں مل جائے گا یہ اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔

"تم بہت خوش رہو گی۔" انہوں نے پیار سے اسکا ماتھا چوما۔

وقتِ رخصت، دمِ سکوت اور صحن

آج چرخِ بریں نظر آیا

شہر ہا شہر گھومنے والو!

تم کو وہ بھی کہیں نظر آیا

"بیٹا تم بھی شادی کر لو۔ تمہارے دوست کی طرح۔ میں تمہارے بچے دیکھنے سے پہلے نہیں مرنا چاہتی۔ میرے پیارے بیٹے میری بات مان لو۔" ساغر اپنی امی کے ساتھ چائے پی رہا تھا۔

وہ دنوں اپنے چھوٹے سے لونگ روم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ باہر صحن میں بارش ہو رہی تھی۔

"امی مجھے سوچنے کا وقت دیں تھوڑا۔"

"کتنا سوچو گے۔ کوئی لڑکی پسند ہے تو بتاؤ مجھے میں اسکا رشتہ مانگنے چلی جاؤں گی بیٹا۔"

وہ پیار سے کہہ رہی تھیں۔

"نہیں امی۔۔۔ میں سوچ لوں آپ اپنی میری سے جس سے مرضی کر دیجئے گا شادی پھر۔" وہ ہولے سے ماں کو بنا دیکھے بولا تھا۔

وہ اس ٹاپک پر بات کر کر کے تھک چکا تھا۔

اس کو گم کر کے اپنا ہر درِ اشک

نگِ ہر آستیں نظر آیا

کون آیا ہے دیکھ تیرہ نگاہ!

نظر آیا؟ نہیں نظر آیا

فلک تھانے سے نکلا اور اپنے کوارٹر میں آ گیا۔ وہ اس تیسرے قاتل کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ اس کا دماغ اسی بات میں الجھا ہوا تھا۔ اچانک اس کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون جیب سے نکالا۔

"ہونے والی وائف" نام جگمگا رہا تھا۔

اس نے کال اٹھا کر موبائل کان سے لگایا اور بات کرنے لگا۔

کچھ دیر بات کرنے کے بعد وہ دوبارہ کیس کے متعلق سوچنے لگا تھا۔

کون ہو سکتا ہے وہ تیسرا قاتل۔ اس نے سوچا تھا۔

رانی کا بوائے فرینڈ احسان بھی ہو سکتا ہے اور کوئی اور شخص بھی۔ گاؤں میں بہت لوگ ہیں کوئی بھی کر سکتا ہے ایسا۔

"تم جو کوئی بھی ہو تمہیں میں پکڑ لوں گا۔" وہ خود کلامی کر رہا تھا۔

کیا فلک اس تیسرے قاتل کو پکڑ پائے گا؟

تو مجھے اے مرے فروغِ نگاہ!

اب دمِ واپسیں نظر آیا

علی نے کتاب بند کی اور اٹھ کر بستر پہ گرنے کے انداز میں لیٹ گیا۔

"کیا تم اب بھی مجھ سے محبت کرتی ہو میرب؟" وہ سوچ رہا تھا۔

"اگر کرتی ہو تو اس سے رشتہ توڑ دینا۔"

اس نے آنکھوں بند کرلی۔

"مجھے معاف کر دینا میں نے تمہیں اس رات تھپڑ مارا۔ میں آرام سے بھی سمجھا سکتا تھا۔ مجھے معاف کر دینا۔"

اسکی آنکھیں گرم ہونے لگیں۔ آنسو ابل رہے تھے۔

"میں نے غلط کیا۔" وہ تڑپ کر بڑبڑایا تھا۔ "مجھے معاف کر دینا۔"

---☆☆☆---

اگلی صبح علی واپس شہر آ چکا تھا۔ اسکا ہوسٹل میں پرائیویٹ کمرہ تھا۔ وہ اپنے کمرے میں آیا تو وہاں عجیب سی اداسی چھائی ہوئی تھی۔

بارش کی وجہ سے موسم ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ باہر ابھی بھی ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔

وہ بیڈ کر بیٹھ گیا اور اپنا ڈھیلا ڈھالا سا بیگ کھول کر کپڑے نکالنے لگا۔ وقتاً اسکے موبائل کی گھنٹی بجی۔

اس نے جیب سے موبائل نکالا۔ سکرین پہ کاشف کا نام جگمگا رہا تھا۔

"ہیلو علی واپس آ گئے ہو۔ اچھا جمعے کو میرے ایک دوست کا نکاح ہے۔ میرے ساتھ چلو گے۔ مجھے پتا ہے تم اداس ہو بریک اپ کی وجہ سے۔ میرے ساتھ چلنا دل بدل جاتا ہے ماحول تھوڑا بدلے گا تو۔" کاشف نے اسے بولنے ہی نہیں دیا اور جلدی جلدی بتا کر کال کاٹ دی۔ "اچھا یار کچھ کام ہے پھر کرتا ہوں کال۔"

"ہیلو کاشی۔۔۔"

کاشف کال کاٹ چکا تھا۔

اس نے بیگ سے کپڑے نکالے اور الماری میں لگانے لگا۔الماری میں کپڑے لگانے کے بعد وہ آئینے کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

اسکی بڑھی ہو شیو اور بکھرے گیلے بال اسے یوں دکھا رہے تھے جیسے وہ کسی جنگ سے ہار کر آیا ہو۔

اس نے چند زاویوں سے اپنا چہرہ دیکھا۔اسے جیسے کچھ یاد آیا تھا۔وقت کچھ پیچھے چلا گیا۔

یہ نیو ٹاؤن پارک کا منظر تھا۔میرب اور علی دونوں نرم گاس پہ بیٹھے آلو کی چپس کھا رہے تھے۔پاس ہی کولڈ ڈرنکس پڑی ہوئی تھیں۔ویک اینڈ تھا اور وہ دونوں پکنک کیلئے وہاں آئے تھے۔

وہ ایک بڑے سے درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے اور آس پاس دھوپ تھی۔یہ ایک خوشگوار دن تھا۔

"علی تمہاری آنکھیں بہت خوبصورت ہیں۔"میرب پیار سے بول رہی تھی۔

"دل کرتا ہے ہمیشہ ایسے ہی بیٹھے رہیں اور باتیں کرتے رہیں۔"

وہ مسکرا کر اسے سن رہا تھا۔

"جب بھی تمہیں دیکھتی ہوں دل کو سکون اور خوشی ہوتی ہے۔"

"لو یو ٹو۔" وہ بولا۔

وہ جانتا تھا وہ پیار کا اظہار ایسے ہی کرتی ہے اس لئے اس نے "لو یو ٹو" کہا تھا۔

منظر بدلا وہ اپنے ہاسٹل کے کمرے میں شیشے کے سامنے کھڑا تھا۔

"مجھ سے اب بھی محبت کرتی ہو کیا؟" اس نے پوچھا۔

لیکن وہ یہاں نہیں تھی۔

---☆☆☆---

میرب تیار ہو کر جہان صاحب کے آفس آئی تھی۔ وہ آفس کے باہر ویٹنگ ایریا میں بیٹھی میٹنگ ختم ہونے کا انتظار کر رہی تھی۔

اس نے سیاہ رنگ کی فراک پہن رکھی تھی جس پہ بڑے بڑے سورج مکھی بنے ہوئے تھے۔ گلے میں دوپٹہ ڈال رکھا تھا اور ایک ہاتھ میں سورج مکھی کے رنگوں

والا ننھا سا بیگ تھا۔ایک ہاتھ میں اس نے اپنا نیا آئی فون پکڑ رکھا تھا جو کہ اس نے چند چند پہلے ہی خریدا تھا۔

"میم آپ اندر جا سکتی ہیں۔" جہان صاحب کا سیکرٹری جو کہ آفس کے باہر چھوٹے سے میز کے سامنے بیٹھا اپنا کام کیا کرتا تھا، بولا تھا۔

وہ اٹھ کر آفس میں آ گئی۔اس نے ہلکا سا دروازہ کھٹکھٹا دیا تھا۔

وہ اندر داخل ہوئی تو ایک بوڑھا سا آدمی کمرے سے نکل رہا تھا۔

وہ جب اندر داخل ہوئی تو جہان صاحب کی پشت اسکی طرف تھی اور چہرہ دوسری طرف۔

"اسلام علیکم جہان صاحب۔"اس نے کھڑے کھڑے ہی کہا۔

جہان صاحب اپنے کرسی کے ساتھ ہی اسکی طرف گھومے۔

انکے چہرے پہ سنجیدگی تھی۔ چھوٹے کٹے بال اور تازہ کی گئی شیو اور گھنی مونچھیں تھیں۔

انکی میز پہ ایک طرف چند فائلز پڑی تھیں اور ایک طرف آدھا کھلا لیپ ٹاپ پڑا تھا۔ فائلوں کے سامنے ایک فوٹو فریم تھا جس کی پشت میرب کی طرف تھی اور تصویر والا حصہ جہان صاحب کی طرف تھا۔

فائلز کے پیچھے میں پنسل گلاس تھا جس میں چند قلمیں رکھی گئی تھیں۔

"بیٹھ جاؤ۔" وہ گھمبیر لہجے میں بولے۔

وہ کرسی کھسکا کر بیٹھ گئی۔ ساتھ والی کرسی پہ اس نے اپنا بیگ اور موبائل ڈال دیا۔

"کیا لوگی تم چائے یا کافی۔" انکی آواز میں عجیب سی وائب تھی، ایک رعب سا تھا۔

"کولڈ ڈرنک چلے گی۔" وہ بھی ویسی ہی سنجیدگی سے بولی۔

انہوں نے رسیور اٹھایا اور ایک چائے اور کولڈ ڈرنک لانے کو کہا۔

"کیسے آنا ہوا۔" وہ بلکل پروفیشنلز کی طرح پوچھ رہے تھے۔

"میں نے آپ کی کمپنی کے متعلق بہت سنا ہے۔" وہ بولی۔ "مجھے ایک لڑکے کی پرسنل معلومات چاہئے۔ وہ کیا کیا کرتا ہے وہ کن کاموں میں شامل ہے۔ اسکے کیا شوق ہیں اور کس کس سے ملتا ہے۔ اسکے بینک میں کتنی رقم ہے اور کن کمپنیوں میں

شیئر ہولڈر ہے۔ کہنے کا مطلب ہے اسکے ہر قانونی اور غیر قانونی کام کی انفارمیشن چاہئے۔"

"مل جائے گی اور کچھ ؟" وہ بنا کوئی ری ایکشن دیے بولے۔

"اور یہ کہ اسے اس بات کی خبر نہ ہو کہ میں آپ سے ملنے آئی ہوں۔"

"لڑکے کا نام ؟"

"آیان رضا رحمت۔" وہ سکون سے بولی۔

"ایک ہفتے بعد آپ کو سب انفارمیشن مل جائے گی۔ باقی تفصیلات میرا اسسٹنٹ آپکو بتادے گا۔"

"شکریہ جہان صاحب۔" وہ اتنا کہہ کر اپنا بیگ اور موبائل پکڑ کر اٹھی اور کمرے سے نکل آئی۔

جہان صاحب نے اسے جاتے ہوئے بہت غور سے دیکھا تھا۔

وہ ہلکا سا مسکرا دیئے تھے۔ یہ مسکراہٹ ذہر آلودہ تھی۔

"میم سر نے آپکو پے منٹ اور کانٹریکٹ پہ سائن کرنے کیلئے کہا ہے۔"

"کس قسم کا کانٹریکٹ؟"

"بیٹھیں میں آپ کو بتایا ہوں۔" چالاک شکل سیکرٹری بولا۔

"ہم آپکو تمام انفارمیشن مہیا کریں گے۔وہ نجی ہو یا غیر نجی۔انکے قانونی کام اور غیر قانونی کاموں کی تمام تفصیلات دے گیں۔آپ اس بات کو پرائیویٹ رکھیں گیں۔اگر آپ نے ہمارا نام کسی معاملے میں لیا تو ہم آپ پہ کیس کریں گیں اور یہ کانٹریکٹ انہیں ٹرمز اینڈ کنڈیشنز پر بنایا گیا ہے۔آپ اس کو پڑھ لیں اور سائن کر دے اور ہاں اس چیک پر بھی۔"

وہ وہیں بیٹھ کر ان کاغذات کو پڑھنے لگی اور آخر اس نے چیک اور پیپرز پر سائن کر دیا۔

"آپ کا دن اچھا ہو۔" سیکرٹری نے معنی خیز انداز میں کہا تھا۔

"تھینکس میرا دن آل ریڈی اچھا چل رہا ہے۔" وہ مسکرا کر کہتی لفٹ پہ سوار ہو کر نیچے لابی میں آگئی۔

وہ لابی سے نکلی اور پارکنگ سے اپنی کار نکال کر گھر کی طرف چل دی۔

---☆☆☆---

"سر ہم نے یہ کانٹریکٹ کیوں کروایا ہے اس سے۔۔۔ ہم تو خود غیر قانونی کام کرتے ہیں اس پہ کیسے کیس کر سکتے ہیں۔"

"کیس نہیں کریں گیں اس سائن کو ہم اس کے خلاف استعمال کریں گیں۔"

"او اچھا۔۔۔ ٹھیک ہے سر۔" چالاک شکل والا سیکرٹری معنی خیز انداز میں مسکرایا۔

"جاؤ تم آیان رضا رحمت کی تفصیلات نکلواؤ۔" جہان صاحب بولے۔

"سر میں پوچھ سکتا ہوں آپ اس کانٹریکٹ کو اس لڑکی کے خلاف کیوں یوز کرے گیں؟" وہ بولا۔ "پہلے تو ہم نے کبھی کسی کلائنٹ سے کانٹریکٹ نہیں کروایا۔ آپ اس کو اس کے خلاف کیوں یوز کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم اپنا کام کرو بیوقوف۔" جہان صاحب غصے میں بولے۔

سیکرٹری منہ بند کرکے واپس اپنی میز پہ آ کر بیٹھ گیا اور اپنے نمائندوں کو اس کام پہ لگانے لگا۔

"میں جہان عاکف اس کانٹریکٹ کو بہت اچھے سے استعمال کروں گا۔" وہ ہولے سے بڑبڑائے تھے۔

---☆☆☆---

"صلومی میرے ساتھ باہر چلو گی؟" ناشتے کی میز پہ کمیل نے پوچھا تھا۔

صلومی نے امی کی طرف دیکھا۔ انہوں نے سر کو ہلایا۔

"جی۔۔۔ کہاں جانا ہے؟"

"فوڈ اسٹریٹ تک جانا ہے۔" اس نے چائے کا کپ لبوں سے لگایا۔

"کب جانا ہے؟" صلومی نے دھیمے لہجے میں پوچھا۔

"شام کو چلیں گیں۔ تیار رہنا۔"

"اوکے۔"

"کمیل بیٹا سب کام ہو گئے؟" چچی نے پوچھا۔ "کوئی کام رہ تو نہیں گیا۔ اور دوستوں کو دعوت دے دی؟"

"جی چچی جان سب کام ہو گئے ہیں۔ میں نے چند دوستوں کو دعوت دی ہے بس۔ زیادہ لوگوں کو نہیں بلایا میں نے۔"

"ہاں میں نے بھی بس چند لوگوں کو دعوت دی اور صلومی کے ماموں لوگ نہیں آ سکیں گیں کیونکہ وہ ملک سے باہر ہیں۔"

"چلیں ٹھیک ہے چچی۔"

"اور بیٹا مولوی صاحب سے بات کر لی؟"

"جی چچی۔" اس نے تابعداری سے بتایا۔

"ٹھیک ہے بیٹا۔" انہوں نے کہا اور اپنے برتن اٹھا کر کچن کی طرف چلی گئیں۔

"کچھ خاص ہے تمہارے لئے۔ شام کو اچھے سے تیار ہو جانا۔" اس نے صلومی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ "سرپرائز ہے تمہارے لئے۔"

"او کے کمیل۔" وہ مسکرائی اور برتن سمیٹنے لگی۔

"تم بہت پیاری ہو صلومی۔"

کمیل کی اس بات پہ وہ شرماسی گئی اور تیزی سے برتن سمیٹ کر کچن کی طرف بھاگی۔

---☆☆☆---

میرب گھر آئی تو مرید صاحب لونگ روم میں بیٹھے لیپ ٹاپ پہ ورک ای میلز پڑھ رہے تھے۔

"اسلام علیکم بابا۔" وہ انکے سامنے والے صوفے پہ بیٹھ گئی۔

وعلیکم السلام میرے بچے۔" وہ محبت بھرے لہجے میں بولے۔" تمہیں آیان کیسا لگا۔"

"ٹھیک ہے بابا لیکن اسے کافی ایک بہت گندی جگہ کی پسند ہے۔ میرا بہت بری سی کافی اس کی پسندیدہ ہے۔ مجھے تو اچھی نہیں لگی۔" وہ ہنسی۔

"کوئی بات نہیں شادی کے بعد اسے اپنے پسندیدہ کیفے سے متعارف کروا دینا۔"

"ہاں بابا سب سے پہلا کام یہی کروں گی۔" وہ خوشگوار موڈ میں مرید صاحب سے باتیں کر رہی تھی جب اسے کچھ یاد آیا۔

"بابا تنزیلہ کی چھوٹی بہن ہسپتال میں ہے۔آپ ملنے گئے تھے اس سے۔"

"گیا تھا کل شام مل کر آیا ہوں۔ڈاکٹر کہہ کر رہا تھا کل صبح تک اسے چھٹی مل جائے گی۔اور آج صبح تو وہ گھر آ گئے ہو گیں۔" وہ سنجید گی سے بولے۔"تنزیلہ کی ماں تو خود مجھے بہت پریشان لگ رہی تھی۔"

"میں روبی کے ساتھ جاؤں گی شام کو۔" وہ بولی۔"اچھا بابا میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔"

"اوکے بیٹا۔" وہ دوبارہ ای میلز پڑھنے لگے۔

---☆☆☆---

چمن پور میں لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔

احسان اپنے ابا شفیق کے ساتھ کھیتوں میں کام کر رہا تھا اور احسان کا چھوٹا بھائی احسن اس وقت سکول میں تھا۔

"ابا جی میں نے سنا ہے رانی کے قاتل پکڑے گئے ہیں اور وہ دونوں چودھری کے خاص آدمی تھے۔"

"ہاں پتر وہ شوقا اور تاڑا تھے جو رانی کو مار کر ندی کنارے پھینک گئے تھے۔"

"لیکن انہوں نے قتل کیا کیوں ہو گا؟" وہ بہت ہولے سے بولا تھا کہ شفیق سن نہ سکا۔

احسان اور شفیق کی طرح سارے گاؤں والوں کو اس بات کا علم ہو چکا تھا اور ہر کوئی اپنی عقل کے مطابق تکے لگا رہا تھا۔

چودھری تک بھی یہ خبر پہنچ چکی تھی کہ میرے لوگوں کی گرفتاری کے بعد میری کیسی بدنامی ہو رہی ہے۔

شفیق کے کھیتوں سے دور فلک وردی پہن کر تھانے آ چکا تھا۔

"شوقے اور تاڑے کو لاؤ۔" فلک نے مٹیار گل کو حکم دیا۔

"جی جناب۔" گل تیزی سے کہہ کر باہر نکل گیا اور چند منٹ بعد وہ دونوں اسکے سامنے کھڑے تھے۔

دونوں کے جسم سوجھے ہوئے تھے خدمت کروا کر۔

"تم دونوں آج شہر جا رہے ہو۔ تم دونوں کے بیان میں عدالت بھیج چکا ہوں۔ تم دونوں مٹیار گل کے ساتھ شہر جاؤ گے اپنا ویڈیو آڈیو بیان دینے۔ جس کے بعد تم دونوں کو سزا سنا دی جائے گی۔اور انشاءاللہ میں تم کو تمہارے انجام تک لے کر جاؤں گا۔"

"کیا۔۔۔"تاڑا کھویا کھویا سا بولا۔

"ہمیں سزا نہیں ہو سکتی انسپکٹر! چودھری ہمیں نکلوا لے گا۔"شوقا غصے میں پھنکارا۔

فلک نے مٹیار گل کو اشارہ کیا۔گل نے ایک زوردار تھپڑ شوقے کی گردن پر مارا۔ وہ ڈگمگا کر آگے ہوا۔

"خاموش ہو جاؤ۔ تم دونوں کو تو میں اپنے ہاتھوں سے سزا دلاؤں گا۔اور تم جس تیسرے شخص کو اس کیس سے نکال رہے ہو اس کو بھی بہت جلد تلاش کر لوں گا۔"

"تم نے کچھ نہیں کیا انسپکٹر۔ ہم نے گرفتاری خود دی تھی۔ تم کچھ نہیں ہو، کچھ نہیں کر سکتے۔"

"لے جاؤ انہیں مٹیار گل۔" فلک نے اس کی بات کا تاثر لئے بغیر کہا۔ "اور انکی خدمت کر دو شہر لے جانے سے پہلے۔"

"جی جناب۔" مٹیار گل نے سینے پہ ہاتھ کر کر کہا اور دونوں کو کھینچ باہر لے گیا۔

اس تھانے سے دور نئ حویلی کے ایک کمرے میں سے سازش کی بو سارے میں پھیل رہی تھی۔

چودھری اپنی سٹڈی میں بیٹھا گہری سوچ میں کھویا نئے نئے منصوبے بنا رہا تھا۔ بڑی سی میز پہ ایک فوٹو فریم بھی رکھا ہوا تھا۔ جس میں تین مسکراتے چہرے تھے۔

یہ تصویر چودھری سلطان، اسکے چھوٹے بھائی جہان اور پیاری بہن چاندنی کی تھی۔ تینوں مسکرا رہے۔

یہ تصویر کافی پرانی لگ رہی تھی کیونکہ اس تصویر میں چودھری سلطان اب کے مقابلے بہت جوان لگ رہا تھا۔

تصویر میں چودھری سلطان بڑی سی لکڑی کی تخت جیسی کرسی پہ بیٹھا تھا۔ایک طرف جہان کھڑا اور ایک طرف چاندنی۔

چودھری سلطان کی نظر تصویر پر پڑی۔

"بہت اچھے دن تھے وہ جب ہم ایک ساتھ بڑی حویلی رہتے تھے۔" وہ نرمی سے بولے لیکن سننے والا کوئی نہیں تھا۔

اس کمرے سے نکل کر شازیہ بیگم کے کمرے میں آئیں تو وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی اپنے بال بنا رہی تھیں۔

انہوں نے اپنی گردن کو دیکھا اور چھو کر اسکے خالی ہونے کا احساس محسوس کیا۔

"میرا ہار بھی ساتھ ہی دفن کر گئی۔" وہ رانی کو کوس رہی تھی۔"اتنا قیمتی ہار تھا پتا نہیں کہاں چھپا گئی۔"

واپس تھانے میں آئیں تو فلک اپنے آفس میں بیٹھا تھا جب ایک نوجوان کانسٹبل نے رجب اور سلمہ کی آمد کی اطلاع دی۔

"بھیجو انہیں اور ناشتے کا انتظام کروا دو یار۔"

کچھ لمحوں کے بعد رجب اور سلمہ اس نے سامنے بیٹھے تھے۔

"میں نے قاتلوں کو شہر بھیجنے کا انتظام کروا دیا ہے اور انشاءاللہ جلد ہی انکو سزا سنادی جائے گی۔"

"سرکار آپ کا کیسے شکریہ ادا کروں۔ میری بیٹی کو انصاف مل رہا ہے میرے دل کو تھوڑا سکون مل گیا۔" رجب غمگیں لہجے میں بول رہا تھا۔ "لیکن سرکار یہ چودھری ہمیں جینے نہیں دے گا۔ اسکے خاص آدمی ہیں شوقا اور تاڑا۔"

"آپ فکر مت کریں کوئی آپکو پریشان نہیں کرے گا۔" فلک بولا۔

"میربانی۔" (مہربانی) سلمہ پہلی بار کسی روبوٹ کی طرح بولی تھی۔

"ایک اہم بات کرنی تھی۔" فلک بولا۔ "تیسرا قاتل ابھی پکڑا نہیں گیا اور یہ دونوں شوقا اور تاڑا اس تیسرے شخص کا نام بھی نہیں بتا رہے۔"

"ہمیں یقین ہے آپ سے بھی پکڑ لیں گے۔" رجب نے کمزور سی آواز میں کہا۔

"ہم چلتے ہیں سرکار۔ آپ ہماری طرف آنا کسی دن کھانے پہ۔"

"ضرور رجب۔"

وہ دونوں اٹھ کر چلے گئے اور وہ بھی اٹھ کر ناشتہ کرنے باہر نکل آیا۔

---☆☆☆---

ہم جس سے محبت کرتے ہیں اس کے ساتھ رہنا بہت مشکل ہوتا ہے کیونکہ ہم انہیں بدلتا ہوا نہیں دیکھ سکتے۔ اگر وہ بدلتے ہیں تو رشتہ خراب ہونا شروع ہو جاتا ہے کیونکہ ہم نے انہیں بدلنے سے پہلے والے روپ سے محبت کی ہوتی ہے اور اگر وہ بدل جائیں تو وہ، وہ نہیں رہتے جو وہ تھے۔ جن سے محبت کی گئی ہوتی ہے۔

جن سے محبت نہ کی گئی ہو انکے ساتھ رہنا آسان ہوتا ہے کیونکہ وہ بدلتے ہیں تو معلوم نہیں پڑتا کہ وہ بدل چکے ہیں۔

تنزیلہ انمول کو سُلا کر نیچے لونگ روم میں آئی تھی۔ امی کچن میں اسکے لئے چائے بنا رہی تھیں۔

"بیٹا چائے کے ساتھ کچھ لو گی۔" کچن سے انکی آواز آئی۔

"نہیں امی۔"

اسے بار بار ساغر یاد آ رہا تھا وہ ہی کیوں مدد کرنے آیا۔

وقت کچھ پیچھے کی طرف کھسکا۔

وہ ساغر کے ساتھ آئس کریم کھانے آئی تھی۔

"ساغر تمہیں نوکری مل گئی؟"

"نہیں تنو یار ابھی کہاں۔ دو تین جگہ کیا ہے اپلائی اب دیکھو کیا بنتا ہے۔"

"اچھا میں دعا کروں گی۔"

"مجھے نوکری مل گئی تو یہ شہر چھوڑنا پڑے گا مجھے۔"

"کیا کیوں؟"

"دوسرے شہروں کی کمپنیوں میں اپلائی کیا ہے میں نے۔ اس شہر میں تو میرا کچھ نہیں بن سکتا۔"

وہ آئس کریم کھانے میں مصروف ہو گیا۔

"تم چلے جاؤ گے۔۔۔" وہ کھوئی سی لگنے لگی۔

وہ سوچ رہی تھی جب دروازے پر دستک ہوئی۔دستک کی آواز سے وہ ماضی سے نکل کر اپنے بکھرے ہوئے حال میں پہنچ چکی تھی۔وہ اٹھی اور دوازدہ کھولنے چلی گئی۔

اندر آئی تو میرب اور روبی اسکے ساتھ تھیں۔

"کون ہے بیٹا۔۔۔"

"امی میرب اور اسکی ایک دوست آئی ہے۔"اس نے لونگ روم کی طرف آتے ہوئے آواز لگائی۔

وہ دونوں اسکے پیچھے آ گئیں۔

"بیٹھو میں چائے لاتی ہوں۔"وہ اتنا کہہ کر کچن کی طرف چلی گئی۔

"ویسے تمہاری موم کافی خوبصورت ہے۔"روبی شوخی سے اسکے کان کے قریب آ کر بولی۔

"ہیں۔۔۔"میرب کچھ کہنے والی تھی کہ تنزیلہ کچن سے چائے کاٹرے لاتی ہوئی دکھائی دی۔

"انمول کیسی ہے اب؟" روبی بولی۔

"ٹھیک ہے پہلے سے اب تو۔۔۔اوپر آرام کر رہی ہے۔" تنزیلہ بتانے لگی۔ "ڈاکٹر نے ایک تین ماہ کا بیڈ ریسٹ کہا ہے۔"

"تنزیلہ آپی کل ہماری ایک سہیلی کا نکاح ہے۔ چھوٹی سی تقریب ہے۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔" روبی بولی تھی۔

"انمول کو میری ضرورت ہے۔" تنزیلہ بولی۔ "تم لوگ انجوائے نہیں کر سکو گی اگر میں ساتھ گئی تو کیونکہ میرا دماغ انمول کی طرف ہی ہو گا۔"

"کچھ نہیں ہوتا تنو یار چلتے ہیں نا۔" اس بار میرب بولی تھی۔ "اور ہاں چائے مزے کی ہے۔"

اتنے میں کچن سے امی ہاتھ میں پکوڑے لے آئیں۔

"واہ چائے اور پکوڑے! شکریہ آنٹی۔" روبی خوشی سے دانت دکھا رہی تھی۔

"نکاح کی تقریب اسی محلے میں ہے۔ آپ ریڈی ہو جانا ہم آپکو پک کر کے انکی طرف چلیں گیں۔"

"او کے ٹھیک ہے۔" تنزیلہ پھیکا سا مسکرائی۔

چائے پینے کے بعد وہ دنوں انمول سے ملیں۔انمول پہلے سے بہتر لگ رہی تھی۔

"کل بہت مزہ آئے گا۔" روبی نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

وہ واپس گھر جا رہی تھیں۔

---☆☆☆---

یہ بہت خوبصورت شام تھی۔ گہرے نیلے آسمان پہ سفید بادل تیرتے ہوئے کسی دوسرے شہر کی طرف جارہے تھے۔

مغرب میں سونے جیسا سورج ڈوب رہا تھا اور اسکے بہت اوپر چاندی جیسا خوبصورت چاند چمک رہا تھا۔

کمیل اپنے کمرے سے تیار ہو کر نیچے آیا۔اس نے سفید شرٹ اور سیاہ جینز پہن رکھی تھی۔ بائیں ہاتھ میں اس نے اپنی پسندیدہ گھڑی پہن رکھی تھی اور پیروں میں سفید سیاہ چمکتے اسنیکرز۔

اس نے آج صبح ہی بال کٹوائے تھے اور شیو بنوائی تھی۔ وہ بہت وجیہہ لگ رہا تھا۔

وہ نیچے آیا تو اسے صلومی اپنے کمرے سے باہر آتی دکھائی دی۔

اس نے سرخ اور سلور رنگوں سے سجی کھلی سی فراک پہن رکھی تھی جو کہ پیروں تک آتی تھی۔ پیروں میں سرخ سیاہ فلیٹ چپل پہنے ہوئے تھے۔ وہ بہت زیادہ خوبصورت اور دلکش لگ رہی تھی۔ اس نے بالوں کی فرنچ چوٹی بنا رکھی تھی اور چہرے پہ ہلکا سا میک اپ کیا تھا۔

"کیسی ہو؟" وہ قدم قدم چلتا اسکے قریب آیا۔

صلومی کو اس کے پرفیوم کی خوشبو آئی۔

"ماشاءاللہ تم دونوں بہت پیارے لگ رہے ہو۔" چچی کمرے سے نکلی تھیں۔

"دھیان سے جانا۔"

"چلیں۔" کمیل نے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں اپنا بیگ لے کر آتی ہوں۔"

"میں باہر انتظار کرتا ہوں۔" وہ اتنا کہہ کر باہر نکل آیا۔

دو منٹ بعد جب وہ باہر آئی تو وہ ایک موٹر سائیکل سے ٹیک لگائے کھڑا تھا۔

اسے دیکھ کر وہ سیدھا ہوا اور بولا۔"ماشاءاللہ۔"

وہ اسے بہت پیار سے دیکھ رہا تھا۔

"دوست کی بائیک لایا ہوں۔"وہ بولا۔

"میں۔۔۔میں کبھی۔۔۔۔میں کبھی بائیک پہ نہیں بیٹھی۔"وہ شرما کر بتا کر رہی تھی۔"پتا نہیں۔۔۔کہیں میں گر تو نہیں جاؤں گی۔"

"میں ہوں نا۔تم مجھے اچھے سے پکڑ کر بیٹھ جانا۔"وہ شرارت سے بولا۔"تم گری تو میں تمہیں بچالوں گا۔"

کمیل پہلی بار اسکے ساتھ ایسی بات کر رہا تھا۔اتنا بے تکلف وہ کبھی نہیں تھا۔

اس نے بائیک سٹارٹ کی تو وہ اسکے پیچھے ایک طرف ٹانگیں کر کے بیٹھ گئی اور کمیل کو کندھوں سے جکڑ لیا۔

"کہاں جارہے ہیں ہم۔"

"ہم رستوران جارہے ہیں۔"

شام رات کی چادر اوڑھے سونے کی تیاری کر رہی تھی اور رات اندھیرے کی سیاہی میں جاگنے کی کوشش میں تھی۔

وہ بیس منٹ کے سفر کے بعد ایک بہت عالیشان رستوران کے سامنے کھڑے تھے۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ اندر داخل ہوئے تو سب سٹاف والے اور باورچی انکے استقبال کیلئے کھڑے تھے۔

سب نے کمیل کو ویلکم کیا۔

"کمیل یہ کیا ہو رہا ہے۔" صلومی نروس ہو رہی تھی۔

"پتا چل جائے گا۔" وہ اتنا کہہ کر آگے بڑھ گیا۔ وہ بھی ایک قدم پیچھے اسکے پیچھے چلنے لگی۔

وہ رستوران کے مین حال میں پہنچ چکے تھے لیکن حال میں سوائے ایک میز اور دو کرسیوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔

میز حال کے بلکل درمیان میں رکھا گیا تھا۔اوپر لٹکتا فانوس اپنے پورے آب وامان سے چمک رہا تھا۔

"کمیل کچھ بتائیں یہاں کیا چل رہا ہے۔"

کمیل رکا اور اسکی طرف مڑا۔

"سرپرائز صلومی۔"وہ خوشی سے چہکا تھا۔

"کیا؟میں سمجھی نہیں۔"وہ کنفیوز لگ رہی تھی۔

"اوہو ابھی تک نہیں سمجھی۔۔۔میں نے سارا رستوران تمہارے لئے بک کیا ہے۔خیر بک کیا کرنا تھا۔۔۔یہ ریسٹورنٹ ہے ہی میرا۔"وہ آخر میں مسکرایا تھا۔

صلومی کے گال گلابی سے ہو گئے۔

وہ حیران ہوئی تھی۔

آج تک کسی نے اسے ایک گفٹ کارڈ نہ دیا تھا اور آج اسکے منگیتر اور ہونے والے شوہر نے اسے اتنا بڑا اور انمول سرپرائز دیا تھا۔

"کہاں کھو گئی۔"

کمیل نے اپنا ہاتھ اسکی طرف بڑھایا۔ صلومی نے شرماتے ہوئے اسکا ہاتھ تھام لیا۔

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے میز تک آ گئے۔

کمیل نے صلومی کیلیئے کرسی کھسکائی۔ صلومی بیٹھ گئی تو وہ گھوم کر اپنی کرسی کی طرف بڑھا۔

کتنے خوبصورت لمحے تھے یہ۔

"تم بہت پیاری ہو۔" وہ اسے بہت پیار سے دیکھ رہا تھا اور صلومی کی پلکیں جھکی ہوئی تھی۔ "میری طرف دیکھو۔"

اس نے سر اوپر کیا اور اسے دیکھا۔

"میں ڈر رہی ہوں۔" وہ دھیمے سے بولی۔ "کہیں نظر نہ لگ جائے۔"

ایک ویٹر انکے قریب چلا آیا۔

"سر۔۔۔" ویٹر صلومی کی طرف گھوما۔ "میم۔۔۔" اس نے باری باری دونوں کے سامنے مینیو رکھی۔

"آج ہماری مینیو کی ہر چیز میسر ہے۔ جسٹ نیم اٹ۔"

"ہم بتاتے ہیں۔" کمیل نے اسے جانے کا اشارہ کیا۔

"تمہارے لئے ایک تحفہ بھی ہے۔" کمیل بولا۔

آس پاس کی زرد سرخ لائٹیں اچانک مدھم ہو گئیں۔ سپاٹ لائٹ انکے میز کو روشن کر رہی تھی۔ میز کے بلکل درمیان میں رکھا چھوٹا سا گملا چمکنے لگا۔

کمیل نے یہ سب پہلے سے پلان کیا تھا۔

"کیا۔۔۔" صلومی اسکی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"ارے یار ایسے تو نہ دیکھو۔" کمیل ہنسا۔

ماحول مزید خوبصورت ہو گیا جب ہلکے ہلکے میوزک کی آواز انکے کانوں سے ٹکرانے لگی۔ یہ عاطف اسلم کا گانا "تم نظر میں رہو" تھا۔ یہ کمیل کا پسندیدہ گانا تھا۔

تم نظر میں رہو، خبر کسی کو نہ ہو
آنکھیں بولیں او لب پہ خاموشی

کمیل نے جیب سے ایک سرخ ڈبیا نکالی۔ صلومی کبھی کمیل کو کبھی اس سرخ مخملی ڈبیا کو دیکھتی۔

دوریاں کم کردے، پیار کا امبر دے

زلفوں کا وہ آسمان بس آنکھوں پہ میری ہو تمام

صبح صبح یہ بات ہو، نظر ملے ذرا زرارات ہو

کھلے موسم

کمیل کرسی سے اٹھا اور اسکی ایک طرف آکر رکا پھر دوسرے ہی لمحے ایک گھٹنا زمین پہ رکھے اس نے ڈبیا کھولی۔

"مجھے پیار ہے تم سے۔" اس نے ننھی باکس سے ایک چمکتی ہوئی انگوٹھی نکالی۔

صلومی نے لاشعوری طور پہ اپنا دائیں ہاتھ آگے کیا۔

"میں بھی آپ سے محبت کرتی ہوں۔"

زرد سرخ روشنیوں کی جل مل میں یہ لمحہ امر کر دیا گیا تھا۔ دور کھڑے فوٹو گرافر نے بہت سی تصویریں اتاری تھیں۔

" کبھی چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گی۔ " کمیل واپس اپنی کرسی پہ بیٹھ چکا تھا۔

" کبھی نہیں۔ " صلومی نے ہولے سے کہا۔

تم نظر میں رہو، خبر کسی کو نہ ہو

آنکھیں بولیں اولب پہ خاموشی

یک دم روشنی سارے حال میں پھیل گئی اور ویٹرز طرح طرح کے کھانے میز پر سجانے لگے۔

چند ویٹر دائیں طرف سے آرہے تھے، باقی دوسری طرف سے۔

"میں نے سب کچھ خاص طور پہ تمہارے لئے بنوایا ہے۔ جو اچھا لگے کھاسکتی ہو۔"

یہ لمحے دونوں کیلئے بہت خاص تھے۔ کمیل کو صلومی سے محبت ہو چکی تھی۔ پہلے سے بھی زیادہ اور صلومی وہ تو اسکی محبت میں کب سے گرفتار تھی۔

وہ اپنی قسمت پر حیران تھی اسے اسکی محبت یوں مل جائے گی۔ ورنہ اس نے تو سن رکھا تھا محبت میں جدائی ہی منزل ہوتی ہے لیکن وہ بہت خوش تھی۔

کل اسکا اور کمیل کا نکاح ہو جائے گا۔

"مجھے تم سے تب ہی محبت ہو گئی تھی جب میں نے تمہیں پہلی بار دیکھا تھا۔ شاید میری قسمت مجھے وہاں کھینچ لائی تھی۔ میری قسمت میں یہ محبت جو لکھی گئی تھی۔"

کمیل رومانوی انداز میں بول رہا تھا۔

"مجھے اس پل سے، تم سے ، تمہاری ہر ادا، ہر چیز سے محبت ہو گئی تھی۔"

صلومی کیلئے یہ سب بہت خاص تھا۔ایک انسان اس سے بے پناہ محبت کرتا تھا۔

"آئی لو یو سو سو مچھ۔"وہ مسکرایا۔

صلومی کے گال گلابی سے ہو گئے تھے۔

"کھاتے ہیں۔" کمیل بولا۔

دونوں باتیں کرتے کرتے کھانا کھانے لگے۔

"بہت اچھا کھانا تھا۔"صلومی نے آخر میں کہا تھا۔

کھانے کے بعد دونوں نے رستوران کے اوپر بنے سینما میں ایک فلم دیکھی۔

فلم کے بعد انہوں نے ٹیرس پہ بیٹھ کر آئس کریم کھائی اور اسکے بعد وہ گھر لوٹ آئے۔

"یہ شام، یہ رات میں کبھی نہیں بھولوں گی۔ میری زندگی کی سب سے خوبصورت شام تھی۔"گھر آکر صلومی نے کہا تھا۔

کمیل مسکراتا ہوا اپنے کمرے میں آگیا اور صلومی اپنی انگوٹھی اپنی امی کو دکھانے انکے کمرے میں چلی گئی۔

"کیا شام تھی۔" کمیل بستر پہ گرنے کے انداز میں لیٹ گیا۔

---☆☆☆---

"میں تمہیں اور تمہاری زندگی کو تباہ کر دوں گا۔" وہ اندھیرے میں بیٹھا ہنسا تھا۔ ہنسی پورے کمرے میں گونجی تھی۔ وہ کرسی سے اٹھا کھڑکی کے پردے پیچھے کر کے باہر دیکھنے لگا۔

"میرب مرید تم اب اس جال سے کیسے نکلو گی۔"

باہر سے آتی روشنی میں اسکا چہرہ نظر آنے لگا تھا۔ وہ جہان عاکف تھا۔

وہ جہان جو کہ چودھری سلطان کا چھوٹا بھائی بھی تھا اور شہر کا انڈر ورلڈ کنگ بھی۔

"تم نے میری بے عزتی کی تھی۔ اب میں زمانے میں تمہاری رسوائی کروں گا۔" وہ گلا پھاڑ کے ہنسا تھا۔

اس سہ گوش میں ایک اور کردار آچکا تھا۔

"میں تمہیں برباد کردوں گا۔ میرب مرید۔" وہ بڑبڑایا۔

---☆☆☆---

(باقی اگلی قسط میں انشاءاللہ)